



رحمتوں کے ساتھ میں

روزے کی حقیقی روح پیدا کرنے والے مضامین
روزے کی عبادت کو زندہ عبادت بنادینے والی تحریریں

اس کتاب کو پوری دنیا میں گھر بیٹھے کہیں بھی
حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے

(0092) 332-3051201

globalinzaar1@gmail.com

abuyahya267@gmail.com

یا ہماری ویب سائٹ پر آن لائن آرڈر کیجیے

www.inzaar.org

ابویحی

انذار پبلیشورز

A Non-Profit Organization

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

فہرست

6	ایک دن کا روزہ.....
7	چاندرات، قمری مہینہ اور رمضان.....
10	خدا کا ہاتھ.....
11	گھوڑا، اڑدھا اور رمضان.....
12	رمضان کو پانے والے.....
15	روزہ تہائی کی عبادت.....
16	تقویٰ، شکر اور رمضان.....
17	رمضان اور توبہ.....
18	زکوٰۃ اور نذر.....
19	روزہ اور ارادہ.....
20	اسی رمضان میں.....
22	اعتكاف.....
23	شب قدر کو پانے والے.....
24	شب قدر اور خدا کی قربت.....
25	فهم قرآن کی کنجی.....
38	رمضان کا مہینہ..... حاصل کیا کرنا ہے؟.....
32	خزانے کا نقشہ.....

نام کتاب :	رحمتوں کے سائے میں
ISBN نمبر :	03323051201
مصنف :	ابو یحیٰ، پروفیسر محمد عقیل
ناشر :	انڈر پبلیشرز
ویب سائٹ :	www.inzaar.org
ای میل :	abuyahya267@gmail.com
ٹائل :	100 روپے
قیمت :	پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے۔
ملنے کا پتہ :	(0092)-03323051201
مزید مقامات کے لیے دیکھیے ہماری	www.Inzaar.org

دیباچہ

دور جدید میں مسلمانوں کے ہاں کم و بیش ہر عبادت اپنی ظاہری شکل میں زندہ ہے۔ لاکھوں کروڑوں لوگ ان عبادات کو ادا کرتے ہیں۔ لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ افراد کی ذاتی زندگی ہو یا پورے معاشرے کی مجموعی شکل، وہ تبدیلی نظر نہیں آتی جو ان عبادات سے دراصل مطلوب ہے۔ حتیٰ کہ روزے جیسی عظیم عبادت جس کے لیے لوگ سخت گرم دنوں میں کھانا پینا تک چھوڑ دیتے ہیں، ہماری زندگی نہیں بدل پاتی۔ حالانکہ روزہ بندگی و اطاعت کی ”ماں“ ہے جس کے بطن سے تقویٰ جیسی صفت پھوٹنی چاہیے جو ہر نیکی کی جڑ ہے۔ مگر ہمارا روزہ، ہماری دیگر عبادات کی طرح بخیرہ جاتا ہے۔

اس بخبر پن کا علاج یہ ہے کہ روزہ کے فلسفے، اس کی روح اور اس کی حقیقت کو ہر روزہ دار کو اپنے ذہن میں زندہ رکھنا چاہیے۔ اس احساس کے پیش نظر اس فقیر نے اپنے ان مضامین کو اس مختصر کتابچے میں جمع کر دیا ہے جو روزہ کی حقیقت اور روح کو قارئین کے سامنے مختلف طریقے سے پیش کریں گے۔ روزہ کے ساتھ وہ دیگر عبادات بھی اسی پس منظر میں زیر بحث آگئی ہیں جن کا تعلق رمضان سے ہے جیسے اعتکاف، زکوٰۃ، شب قدر، قرآن مجید اور عید وغیرہ۔

آخر میں پروفیسر عقیل صاحب کے دو عمدہ تربیتی مضامین رمضان گزارنے کا ایک بہت مفید لائچہ عمل قاری کے سامنے رکھ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ذوق عبادت کے ساتھ وہ ہمیں روح عبادت سے بھی فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

ابویحی!

34	قرآن اور مسلمان
36	رمضان اور ہمارے اخلاقی معاملات
41	عید کی چھٹی
42	عید کا دن
43	رمضان کے بعد
44	ترکیبی نفس: عبادات: ترکیبی صوم (روزہ)
53	رمضان و رک بک

چاندرات، قمری مہینہ اور رمضان

اسلامی عبادات قمری مہینوں کے ساتھ متعلق کی گئی ہیں۔ اس کی سب سے نمایاں مثال روزے کا رمضان کے مہینے میں فرض ہونا ہے۔ قمری مہینہ تمیں یا انتیس دن کا ہوتا ہے جس کا آغاز نئے چاند (ہلال) کے نظر آنے سے ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بدقتی سے رویت ہلال ایک اختلاف اور جھگڑے کا عنوان بن گیا ہے۔ اس جھگڑے میں وہ حقیقت ہمیشہ نگاہوں سے اوچھل ہو جاتی ہے جس کی بنا پر عبادات کے لیے نئے چاند پر مختصر قمری مہینے کا انتخاب کیا گیا ہے۔

قمری مہینوں کی پہلی اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ سیشی مہینوں کے بر عکس مختلف موسموں میں آتے ہیں۔ یعنی سیشی مہینے جولائی میں ہمیشہ گرمی ہوتی ہے، مگر قمری مہینہ رمضان گرمی، سردی خزاں اور بہار ہر موسم میں آتا ہے۔ یہ چکر کم و بیش بتیں سیشی سالوں میں پورا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس برس اگر جولائی میں روزے آرہے ہیں تو یہ واقعہ بتیں تینتیس برس پہلے 1980 میں بھی رونما ہو چکا ہے۔ جبکہ سن 1996 میں روزے جنوری کی سردیوں میں، سن 1988 میں موسم بہار اور سن 2005 میں موسم خزاں میں بھی آچکے ہیں۔

روزے کی عبادات کو قمری مہینوں کے ذریعے سے مختلف موسموں میں رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ روزہ رکھ کر مختلف احوال سے گزریں۔ سخت سردی کی بھوک اور حرارت کی کمی، سخت گرمی کی پیاس اور طویل روزے، خزاں کی گلا سکھادینے والی خشک ہوا اور بہار کا خوشگوار موسم انہیں یاد دلاتا رہے کہ زندگی میں اچھے بہرے حالات کے سرد و گرم اور بہار و خزاں تو آتے رہیں گے مگر بندہ مومن کو ان سے بے نیاز ہو کر ہر حال میں بندگی اور اطاعت کی زندگی گزارنی ہے۔

ایک دن کا روزہ

رمضان کا ہماری پوری زندگی سے کیا تعلق ہے، اس حقیقت کو ایک عارف نے کمال خوبصورتی سے اس طرح بیان کیا ہے: ہم اس دنیا میں ایک دن کے لیے آئے ہیں..... اور اس دن ہم نے روزہ رکھ لیا ہے۔

انسان اس دنیا میں جب آنکھ کھوتا ہے تو وہ خود کو نعمتوں کے سمندر میں گھرا ہوا پاتا ہے۔ اسے بھوک میں کھانا، پیاس میں پانی، نیند کے لیے پر سکون رات، کام کے لیے روشن دن، جینے کے لیے رشتہوں کا تعلق اور رہنے کے لیے کہہ ارض جیسا آرام دھرہ ہی نہیں دیا گیا، بلکہ اس کی زبان کے لیے لذیدترین ذائقے، ساعت کے لیے نزم و شیریں آہنگ، بصارت کے لیے ان گنت رنگوں کی برسات اور قوت شامہ کو معطر کر کے روح تک اتر جانے والی خوبیوں کی مہک بھی عطا کی گئی ہیں۔

نعمتوں کی یہ حسین دنیا سے بتاتی ہے کہ اس کا ایک خالق اور مالک ہے جس کی مہربانیوں کے اعتراف میں اسے سراپا شکر اور سراپا اطاعت بن جانا چاہیے۔ اسے رب کی نافرمانی کے ہر راستے سے رک جانا چاہیے۔ مگر اس کی خواہشات، ضروریات، انسانی کمزوریاں اور حیوانی جذبات اکثر اسے اطاعت کے سیدھے راستے سے ہٹا کر نافرمانی کی پگڈیوں پر لے جاتے ہیں جن پر چلنے سے صرف جہنم کی منزل سامنے آتی ہے۔

ایسے میں رمضان کا روزہ اسے یاد دلاتا ہے کہ اسے کیسی اعلیٰ نعمتیں دی گئی ہیں اور ان کے جواب میں اسے نافرمانی کے ہر کام سے رک کر، عمر رواں کے بس ایک ہی دن کا تو روزہ رکھنا ہے۔ جس دن کے بعد حیاتِ جاوداں کا وہ دور آئے گا جب ہر پابندی اٹھائی جائے گی اور ہر سختی آسان کر دی جائے گی۔ یہی رمضان کی مشقت کا حاصل ہے۔

ہے۔ یہ سمجھ آجائے تو ہم رمضان میں روزے کے ایام گئے کے بجائے یہ گناہ کریں گے کہ ہماری زندگی کا پہلا حصہ گزر رہا ہے، دوسرا گزر رہا ہے یا پھر ہم آخری مرحلہ حیات میں ہیں۔ پھر ہم یہ جان لیں گے کہ جس طرح روزے کے بغایہ ایام گزر جاتے ہیں، جلد ہی میری زندگی کے بغایہ ایام بھی گزر جائیں گے۔ پھر ایک روز جو نجانے انتیس ہو یا تیس؛ آخرت کی زندگی کا وہ چاند طلوع ہو گا جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ یوں ہم رمضان کے دنوں میں روزہ کے دن گن کر خوشی منانے کے بجائے زندگی کے گزرے دنوں کا احتساب کیا کریں گے۔

یہ سوچ اگر عام ہو جائے تو رمضان اور عید کے نئے چاند پر جھگڑنے کی نفیات ختم ہو جائے گی۔ پھر اہم بات یہ ہو گی کہ رمضان کے آغاز سے ہم روز بیٹھ کر اپنا احتساب کریں گے۔ پہلے دس دنوں میں ہم دیکھیں گے کہ کہیں ہم نے اپنے بچپن اور لڑکپن کو کھیل کو دیں ضائع تو نہیں کر دیا۔ دوسرے عشرے میں جائزہ لیں گے کہ کہیں جوانی کی قوت اور پختگی کی صلاحیت کو ہم نے شہوت پرستی اور ہوس مال کی نظر تو نہیں کر دیا۔ آخری دس دن میں ہم جائزہ لیں گے کہ کہیں ہمارا بڑھا پامال واولاد اور اسٹیشن کے معاملات کی نظر تو نہیں ہو رہا۔ پھر زندگی کے جس حصے میں ہم ہوں گے ہم اپنے معاملات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔ ہم دنیا کے بجائے آخرت کو اپنا مقصود بنالیں گے۔ تاکہ آخرت کی زندگی کا نیا چاند طلوع ہو تو ہم جنت کی روشن راتیں دیکھیں۔ جہنم کی اماوس زدہ تاریک راتیں ہمارا مقدر نہ بن جائیں۔

روزہ جنت کا دروازہ ہے مگر یہ دروازہ صرف وہی شخص کھول سکتا ہے جو روزے کی مشقت کو تقویٰ کی کنجی میں بدل سکے (ابو بکر)

موسموں کے اختلاف کے علاوہ قمری مہینے کی ایک بڑی اہم خصوصیت اس کا دنیا میں انسانی زندگی کی تعبیر ہونا ہے۔ قمری مہینہ چاند کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ پہلا حصہ نئے چاند سے شروع ہوتا ہے اور دس راتوں تک جاتا ہے جن میں چاند بتدریج بڑھتا ہے۔ مگر ان دس ایام میں رات کی تاریکی چاند پر غلبہ پائے رکھتی ہے۔ اگلے دس ایام گویا چاند کی حکمرانی کے ایام ہوتے ہیں جن میں روشن چاند بدرا کامل بتاتا ہے اور دس دنوں تک اپنے نورانی وجود سے راتوں کو روشن کیے رکھتا ہے۔ اگلے دس یا نو دن چاند کے زوال کے ہوتے ہیں جن میں چاند بتدریج گھٹنے لگتا ہے۔ مہینہ کے آخر تک چاند اپنا وجود کھو دیتا ہے اور وادی عدم میں اتر کر اپنے پیچھے اماوس کی شب تاریک چھوڑ جاتا ہے۔ پھر ایک غیر لیقینی کا تاریک سایہ چھا جاتا ہے۔ خبر نہیں کہ اس تاریکی کے پردے سے نیا چاند انتیس دن کے بعد طلوع ہو گا یا تیس کے۔

دیکھا جائے تو یہ انسانی زندگی کی مکمل تعبیر ہے۔ انسانی زندگی بھی چاند کی زندگی کی طرح تین حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلا حصہ ارتقا کا ہے جو بیداکش، شیرخوارگی، بچپن سے گزر کر لڑکپن تک جاتا ہے۔ دوسرا حصہ جو نوجوانی، جوانی اور پنچتہ عمر سے عبارت ہے انسان کی قوت، جوش اور صلاحیت کا مکمل آئینہ دار ہوتا ہے۔ جبکہ تیسرا حصہ زوال کا ہے جو ادھیر عمر، بڑھا پے اور بزرگی کی ان آخری کیفیات سے عبارت ہے جو ضعف و ناتوانی کا انتہائی نشان ہوتی ہیں۔ پھر جس طرح مہینے کا انتیس یا تیس کا ہونا غیر لیقینی کیفیت سے دوچار رکھتا ہے اسی طرح بزرگی کی دلہیز سے قبر کا دورا زہ کب کھلے یہ بھی ایک غیر لیقینی معاملہ ہوتا ہے۔

انسان اگر قمری مہینے کی اس اسپرٹ کو پالیں تو بلاشبہ روزے سے اچھی اس بات کی کوئی یاد ہانی نہیں کہ زندگی کی نقدی کس طرح ہر روز ہاتھوں سے غیر محسوس طریقے پر پھسل رہی

خدا کا ہاتھ

اس کے ہاتھ نے اپنی ماں کے پلوکو تھام رکھا تھا۔ چھوٹا سا ہاتھ..... کمزور سا ہاتھ..... معصوم سا ہاتھ۔ یہ بچے سال بھر کا بھی نہیں ہوگا۔ باپ آگے بیٹھا موڑ بائیک چلا رہا تھا اور اس کے پیچے ماں اپنے بچے کو گود میں لیتی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے موڑ بائیک کی سیٹ کو اور دوسرا ہاتھ سے بچے کو پکڑ رکھا تھا۔ اس پورے منظر میں میرے لیے کوئی نئی بات نہ تھی سوائے اس چھوٹے سے ہاتھ کے..... جس نے ماں کے پلوکو پکڑ رکھا تھا۔

میں نے سوچا کہ اگر اس بچے کی ماں اپنے ہاتھ کی گرفت برقرار نہ رکھ سکے تو کیا یہ چھوٹا سا ہاتھ، یہ معصوم سی مٹھی، اتنی طاقتور ہے کہ خود کو گرنے سے روک سکے۔ میرے ذہن نے کہا، ”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ بچہ نہیں بلکہ ماں ہے جو اسے سنبھالے ہوئے ہے۔“

میں اس سے قبل گرمی کے روزوں کی مشقت اور اس کے اجر پر غور کر رہا تھا، مگر اس منظر کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ جہنم کے گڑھے میں گرنے سے اگر کوئی بچا سکتا ہے تو وہ ہماری عبادت کا کمزور ہاتھ نہیں بلکہ پروڈگار کی رحمت کا طاقتور ہاتھ ہے۔ جنت کی منزل تک ہماری رسائی ہو، یہ نہیں سکتی اگر مالک دو جہاں کا شفقت بھرا ہاتھ ہمیں نہ سنبھالے ہوئے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ساری مذہبیت اور عبادات بھی دراصل خدا کی دی ہوئی توفیق کی مرہون منت ہیں۔ اسی نے ہماری ساری دینداری کی بھرم رکھا ہوا ہے۔ وہ اگر ہم پر مطالبات اور آزمائشوں کے بوجھڈال دے تو ہماری ساری دینداری کی پول کھل جائے گی، (محمد: 47:34)۔

میں نے سر اٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ روزہ داروں نے روزہ کی مشقت اٹھا کر تیرا اقرب چاہا ہے۔ لیکن یہ مشقت اس بچے کے کمزور ہاتھ سے زیادہ نہیں جس نے اپنی ماں کا دامن پکڑ رکھا تھا۔ ماں کے ہاتھ کو بچے کا سہارا بنانے والے، اپنے طاقتور ہاتھ کو آگے بڑھادے۔ وگرنے دنیا کی کوئی طاقت ان بندوں کو جہنم سے نجات اور جنت کی کامیابی کا حقدار نہیں بنا سکتی۔

گھوڑا، اژدها اور رمضان

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی وجود کے دو بنیادی حصے ہیں۔ ایک اس کا روحانی وجود جس میں خیر و شر اور خدا و آخرت کے تصورات و دلیلت کیے گئے ہیں۔ دوسرا انسان کا حیوانی وجود جو انسان کے مادی جسم، شکل و صورت اور جبلی تقاضوں پر مشتمل ہے۔ یہی حیوانی وجود اور اس کے تقاضے ہیں، جن کے لیے عام زبان میں نفس کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو ایک گھوڑے کی طرح بنایا ہے جو انسان کے لیے ہر طرح کی مشقت اٹھاتا ہے۔ جس طرح گھوڑا جنگ و امن ہر طرح کے حالات میں انسانوں کا سب سے کارآمد اور فادر ساتھی رہا ہے، اسی طرح نفس بھی انسان کی سواری ہے، جس کے ذریعے سے وہ مادی دنیا میں ہر طرح کی سعی و چہد کرتا ہے۔ تاہم یہ نفس اکثر حالات میں گھوڑا نہیں رہتا بلکہ ایک اژدهے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب شیطان، جسے قدیم یحییوں میں سانپ کا لگایا ہے، پیاز ہر اس میں منتقل کرتا ہے۔ ضروریات، خواہشات، جذبات اور شہوات کی وہ وادیاں جو نفس کے گھوڑے کی جولاں گاہ ہیں، ابليسی سانپ کی پناہ گاہ بھی ہوتی ہیں۔ وہیں یہ اپانا فرمائی کا زہر نفس میں اندیتا ہے، جس کے بعد اس گھوڑے کی ٹانگلیں ختم ہو جاتی ہیں، اور اس کا دھڑ ایک اژدهے میں بدلتا ہے۔ یہ اژدها شیطان سے بڑھ کر انسان کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ یہ انسان کے روحانی وجود کو سالم نگل جاتا ہے۔ رمضان کا مہینہ اسی اژدھے کو دوبارہ گھوڑا بنانے کا مہینہ ہے۔

اس مہینے میں اللہ تعالیٰ ایک طرف تو ابلیس کے تمام سانپوں کو بند کر دیتے ہیں اور دوسرا طرف نفس پر زبردست مشقتیں ڈال کر اس کا آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس گھوڑے کی ضروریات، خواہشات، جذبات اور شہوات پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ جس کے بعد یہ اژدھا و بارہ گھوڑا بن جاتا ہے۔

تاہم، بہت سے انسان اس آپریشن کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ وہ روزے کی رسی پابندیوں کو قبول تو کر لیتے ہیں، مگر دل سے بدلنا نہیں چاہتے۔ ایسے لوگوں کا نفس رمضان سے پہلے بھی اژدھا بنا رہتا ہے اور رمضان کے بعد بھی اس کی طاقت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ قیامت کے دن ایسے اژدھوں کا مقام جنت کی پرفضا وادی نہیں ہوگی، بلکہ انہیں ان کے آقا ابلیس کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

رمضان کوپانے والے

رمضان کا مہینہ جیسے جیسے قریب آتا ہے لوگوں میں مختلف نوعیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں رمضان کے آنے اور جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ نہ روزہ رکھتے ہیں، نہ دیگر عبادات کے جھمیلے میں پڑتے ہیں۔ گھر کے کسی فرد نے روزہ رکھ لیا ہو تو وہ اس کے ساتھ افطاری میں شریک ہو جاتے ہیں۔ باہر بھی افطار پارٹی میں شرکت کا موقع ملا تو سماجی پہلو سے یا پھر افطار سے اپنا حصہ وصول کرنے پہنچ جاتے ہیں۔ البتہ عید یہ لوگ بہت اہتمام سے مناتے ہیں۔ عید کی رات اگر خرستیوں میں کالی نہ کی ہو تو عید کی نماز پڑھ کر مسجد میں سالانہ حاضری کی رسم بھی پوری کر لیتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو رمضان میں چاروں چار روزہ رکھتے ہیں۔ مگر وہ سمجھتے ہیں کہ مشقت اور تنگی کا مہینہ آرہا ہے۔ سخت گرمی میں پیاس کی مشقت اور بھوک کی تکلیف جھلکنی پڑے گی۔ راتوں کی نیند خراب ہوگی۔ کاروبار حیات متاثراً و معمولات زندگی درہم برہم ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ رمضان کا ایک ایک دن گن کر مہینہ پورا کرتے ہیں۔ آخر کار اس مہینے کے خاتمے پر ان کی یہ سالانہ مشقت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ جیسے رمضان سے پہلے تھویسے ہی رمضان کے بعد رہتے ہیں۔

ایک تیسرا قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو رمضان کے روزے ذوق و شوق سے رکھتے ہیں۔ تلاوت قرآن، نوافل اور دیگر عبادات کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ روزہ کی مشقت تو خیر انہیں بھی محسوس ہوتی ہے، مگر وہ اسے حوصلے سے برداشت کرتے ہیں۔ وہ امید رکھتے ہیں کہ اس مشقت کے بد لے میں جو اجر انہیں ملے گا اس کے مقابلے میں یہ تکلیف کچھ بھی نہیں۔ امید ہے کہ ایسے صالحین اللہ سے اپنی محنت کا بہترین اجر پائیں گے۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو رمضان کے آنے سے قبل ہی رمضان کے انتظار میں

ڈھل جاتے ہیں۔ وہ رجب اور شعبان کے مہینوں کا ایک ایک دن گن کر گزارتے ہیں۔ ان کی عید اس دن ہی سے شروع ہو جاتی ہے جب رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ تیسرے گروہ کی طرح یہ لوگ بھی روزہ کی مشقت خوش ولی سے جھیلتے اور عبادات میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں، مگر ان کا اصل امتیاز یہ ہوتا ہے کہ رمضان کا مہینہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مہینہ بن جاتا ہے۔ روزہ کی ایک ایک مشقت ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا تعارف بن جاتا ہے۔ جب پیاس کی شدت سے حلق میں کانٹے پڑنے لگتے ہیں تو وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں کہ مالک ایک ایسی کائنات میں جہاں پانی کا ایک قطرہ نہیں تو نے اس کرہ ارض کو پانی کا گھوارہ بنا دیا۔ مالک تو ساری زندگی ہمیں پانی پلاتا ہے مگر، ہم نہ جان سکے کہ یہ پانی کیسی نعمت ہے۔ آج جب حلق میں کانٹے پڑے تو معلوم ہوا کہ یہ بے ذائقہ مشروب کائنات کے ہر ذائقے سے بڑھ کر ہے۔ ہم اس نعمت کے لیے تیرے شکر گزار ہیں۔

جب بھوک سے ان کا وجود نہ ہال ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ آقا تو سورج، بادل، ہوا، سمندر، پہاڑ، دریا اور زمین سب کو ملا کر ہمارے لیے غذا فراہم کرتا ہے۔ جس دنیا میں ہزاروں قسم کے حیوانات کے لیے صرف بے ذائقہ گھاس اگتی ہے وہاں تو نے ایک انسان کے لیے ہزار ہاتھ کے ذائقے تخلیق کر دیے۔ ہم دل کی گہرائیوں سے تیری عظمت و عنایت کے متعارف ہیں۔

غرض روزہ کی ہر مشقت اور بے آرامی ان کے لیے معرفت الہی کے نئے دروازے کھول دیتی ہے۔ کھانے پینے کی محرومی ان پر یہ واضح کردیتی ہے کہ ان جیسی لاکھوں نعمتوں میں وہ ہر لمحے جی رہے ہیں۔ اس احساس سے ان کی آنکھوں سے آنسو روایا ہو جاتے ہیں۔ ان کا سینہ خدائی احساسات کی تجلیوں سے جگ لگا اٹھتا ہے۔ ان کی راتیں ذکر الہی سے منور ہو جاتی ہیں۔ ان کا وجود اس خدائی جنت کے لیے سراپا طلب بن جاتا ہے جہاں کوئی بھوک ہو گی نہ پیاس۔ جہاں ہر نعمت بے روک ٹوک اور بے حد و حساب ملا کرے گی۔ جہاں سے وہ نکلنا چاہیں گے اور نہ کوئی انہیں نکالے گا۔

روزہ تہائی کی عبادت

انسان جب نماز اور حج ادا کرتا ہے تو ہر شخص جان لیتا ہے کہ بندہ کیا کر رہا ہے۔ زکوٰۃ میں بھی مال لینے والا بہر حال جان ہی لیتا ہے کہ آپ انفاق کر رہے ہیں، مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ خدا کے لیے یہی خلوص روزے کو وہ عظیم عبادت بتاتا ہے جس کے متعلق حدیث میں کہا گیا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، (بخاری 1894)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہینہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور خدا سے جڑنے کا مہینہ ہے۔ حضور نے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی تلقین کی ہے۔ آپ اس ماہ مقدسہ کے آخری عشرے میں اپنی مسجد میں مختلف ہو جاتے اور دنیا سے کٹ کر اپنے شب و روز عبادت کے لیے وقف کر دیتے تھے۔

بدقتی سے آج مسلمانوں نے رمضان کے مہینے کو موقع میلے کا مہینہ بنالیا ہے۔ عالم عرب ہو یا عجم افطار پارٹیاں، شانگ اور پکوان کی کثرت اس مہینے کی پیچان ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اجتماعی شب بیداریاں اور اجتماعی اعتکاف کے پروگرام بھی اب عام نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ عبادات سرتاسر تہائی کا تقاضا کرتی ہیں۔

اسی طرح درس و تدریس کے پروگراموں کے لیے بھی اس ماہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ اسی مہینے میں مسجد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تاہم اہل علم کی یہ ذمہ داری ہے کہ رمضان کے معاملے میں لوگوں پر بار بار یہ بات واضح کرتے رہیں کہ یہ مہینہ تہائی کی عبادت کا ہے۔ یہ راتوں کو جاگ کر رب کی قربت تلاش کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ تقریباً سننے کا نہیں، عمل کرنے کا مہینہ دریافت اور اپنے اعمال کے احتساب کا مہینہ ہے۔ یہ تقریباً سننے کا نہیں، عمل کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ اجتماعی عبادت کا نہیں انفرادی عبادت کا مہینہ ہے۔

وہ اس جہنم کے تصور سے لرز جاتے ہیں جہاں محرومی کی ہر مکملہ شکل جمع کر دی جائے گی۔ جہاں خدا کے مجرم، سرکش اور غافل ابتدک خود پر پچھتا وہوں کی سنگ باری کرتے رہیں گے کہ کیسا عظیم موقع انہوں نے گنوادیا۔ جہاں وہ ہمیشہ ندامت کے اشکوں کے سیلا ب بھاتے رہیں گے کہ انہوں نے کیسے مہربان رب کو پایا اور کس بے دردی سے اسے بھلا دیا۔

یہ اہل ایمان روزہ کی حالت میں اس جہنم سے اپنے رب کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی خطاؤں پر شرمسار رہتے ہیں۔ وہ سرپا احتساب بن کر اپنی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ عمل صالح کی ہر شکل کو اپنے وجود کا حصہ بنانے کا عزم کرتے ہیں۔ وہ معصیت کی ہر قسم کو زہر بیلا سانپ سمجھ کر اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رمضان میں اپنے رب سے ملاقات کر لی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جان لیا کہ اللہ معبود حقیقی بھی ہے اور منعم حقیقی بھی۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق

زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے فرماں اطاعت کے لائق

اسی کی ہے سر کا خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

خدا کو اسی طرح پانے والے درحقیقت رمضان کو پانے والے ہیں۔ یہی مقرر ہیں ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تقویٰ، شکر اور رمضان

قرآن مجید میں سورہ بقرہ کی آیات 183 تا 187 میں روزے کا قانون تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں دو بڑی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ تم روزہ رکھ کر متقدی یعنی اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے رکنے والے بن جاؤ اور دوسرے یہ کہ تم شکر گزار بنو۔

ان میں سے پہلی چیز یعنی تقویٰ روزہ کا مقصد اور دوسری چیز یعنی شکر گزاری روزے کی حقیقت ہے۔ مقصد اور حقیقت کا فرق یہ ہوتا ہے کہ مقصد کسی عمل کو کرنے کے بعد پایا جاتا ہے جبکہ حقیقت سے مراد کوئی عمل کرتے ہوئے ایک ایسی چیز کی سچائی کو واضح کرنا ہوتا ہے جو اس سے پہلے اس طرح واضح نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ روزے میں یہ دونوں چیزیں بھوک پیاس جیسی بندی ضرورتوں کی تسکین پر پابندی لگا کر حاصل کرتے ہیں۔ کسی انسان کے لیے کھانا پینا چھوڑنا ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ مگر روزے میں ایک بندہ مونن یہ کام اللہ کے حکم پر کر دیتا ہے۔ تیس دن تک انسان اگر یہ کام اپنے پورے شعور کے ساتھ کرے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے حکم پر وہ کھانا پینا چھوڑ سکتا ہے تو گناہ و نافرمانی چھوڑنا تو اس سے بہت چھوٹی بات ہے۔ یہ نافرمانی چھوڑنا ہی وہ تقویٰ ہے جسے رمضان کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔

روزے میں غذا اور پانی سے محروم انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ زندگی کی بندی نعمتیں کس فراغی کے ساتھ اسے میسر ہیں۔ جب جی چاہے وہ کھاتا ہے اور جب دل چاہے وہ پیتا ہے۔ یہی معاملہ ہر دوسری بندی نعمت کا ہے۔ مگر انسان ان بندی نعمتوں کو بھول کر بہت چھوٹی چیزوں کی محرومی پر شور مچاتا ہے۔ وہ ماہیں اور ناشکر ابن جاتا ہے۔ مگر طویل روزے کی بھوک اور گرمی کی پیاس اسے اس حقیقت پر متنبہ کرتی ہے کہ زندگی کی ہر بندی کی نعمت اس کے پاس ہے۔ یوں انسان شعور کھنے والا ہو تو روزہ رکھ کر وہ واقعی شکر کرنے والا بن جاتا ہے۔

رمضان اور توبہ

رمضان میں لوگ عبادت کی کثرت کیا کرتے ہیں۔ یہ ایک اچھی بات ہے۔ مگر رمضان کا حقیقی شعور جس شخص کو حاصل ہو گا وہ کثرتِ عبادت سے پہلے کثرتِ استغفار اور توبہ سے اپنے عمل کا آغاز کرے گا۔ کیونکہ توبہ ہی نیکی کی زندگی کا درست نقطہ آغاز ہے۔

روزے کا قانون یہ ہے کہ انسان صحیح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا چھوڑ دے اور تعلق زن وشو سے باز رہے۔ یہ ایک انتہائی سخت پابندی ہے۔ بدقتی سے لوگ اس پابندی کو اختیار نہ کرتے ہیں، مگر اس کی اصل روح سے ناواقف رہتے ہیں۔ اس قانون کی اصل روح یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے رب کی اطاعت کا اتنا پابند بنالے کہ وہ تعمیل ارشاد میں اپنی بندی ضروریات تک کوچھوڑ ڈالے۔

روزے کی حالت میں جب جب بھوک اسے بے حال کرے اور وہ پھر بھی کھانے پینے کی چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ پیاس کی شدت گلے میں کائنٹے ڈالے تب بھی وہ پانی اور مشروبات کی طرف مڑ کر نہ دیکھے تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟ جب انسان اس شعور کے ساتھ روزہ رکھے گا تو اسے لازماً احساس ہو گا کہ اس نے رب کی رضاکی خاطرات نے مشکل کام تو کر لیے۔ باقی جو کچھ وہ کہتا ہے، اس کی پابندی کرنا اس سے کہیں ہلاکا اور آسان کام ہے۔ یہ احساس اسے آمادہ کرے گا کہ وہ اپنی زندگی کا جائزہ لے۔ یہ دیکھے کہ کن کن موقع پر اس سے رب کی نافرمانی کا رتکاب ہو رہا ہے۔ ان کوچھوڑ نے کا عزم کرے۔ پھر سچے دل سے رب سے توبہ کرے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔

لوگ روزے میں کثرتِ عبادت کی طرف توجہ دیتے ہیں حالانکہ پہلے انھیں کثرتِ استغفار اور توبہ کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اس کے بعد ہی کثرتِ عبادت انسان کو کچھ فائدہ دیتی ہے۔

زکوٰۃ اور نذر

ہمارے ہاں زکوٰۃ کو ایک بہت اہم عبادت کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ جو نماز نہیں بھی پڑھتے، زکوٰۃ بڑی پابندی سے دیتے ہیں۔ تاہم ہمارے ہاں لوگ زکوٰۃ کو غریبوں کی مدد کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ زکوٰۃ اصل میں کیا ہے اور کیوں ادا کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کر لیا گیا ہے، اس لیے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ اس موقع پر زکوٰۃ کی حقیقت سے متعلق لوگوں کی کچھ رہنمائی کر دی جائے۔

زکوٰۃ اپنی حقیقت کے اعتبار سے نذر ہے۔ نذر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال کا ایک حصہ اپنے معبدو کو راضی کرنے کے لیے بطور نذر انہ اس کے حضور پیش کر رہا ہے۔ قدیم زمانے میں جب شرک کا غلبہ تھا تو لوگ مندروں اور معبدوں میں جا کر اپنا مال مختلف شکلوں میں بتول کی جہیٹ چڑھاتے تھے اور پھر یہ مال معبد کے خدام وہاں آنے والے زائرین کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔ اسلام نے اس صورت حال کو تبدیل کیا۔ خدا کے حضور نذر کو زکوٰۃ کی مستقل عبادت کی شکل دے کر اسے نظام اجتماعی، غریبوں کی مدد اور ضرورت مندوں کے لیے خاص کر دیا۔ تاہم اس کے پیچھے جو روح اور جذبہ ہے وہ اسی طرح باقی ہے۔ آج بھی جب کوئی شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو وہ کسی انسان کو کچھ نہیں دے رہا ہوتا، بلکہ اپنا سارا اور دل جھکا کر، اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر، لبجے میں عاجزی اور پستی پیدا کر کے دراصل اللہ تعالیٰ کو پیش کرتا ہے۔

البته جو شخص سراٹھا کر، احسان جتنا کر، دنگ لبجے کے ساتھ انسانوں کو زکوٰۃ دینے کی کوشش کرتا ہے، اس کا مال تو خرچ ہو جاتا ہے، مگر پروردگار عالم کی بارگاہ سے ایسے شخص کو سند قبولیت نہیں ملتی۔ اس لیے کہ خدا کی بارگاہ میں کوئی گردن اس قابل نہیں کہ بلند ہو کر شرف قبولیت حاصل کر سکے۔ اس کے حضور صرف عاجزی اور پستی قبول ہوتی ہے۔

زکوٰۃ دینے اور انفاق کرنے والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ انسانوں کو دے رہے ہیں تو بلاشبہ سراٹھا کر دیں، لیکن مال اگر رب کی نذر کر رہے ہیں تو سر جھکا ہوا رکھیں۔ یہی درِ قبولیت کا راستہ ہے۔

روزہ اور ارادہ

ہر روزے دار یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ روزہ ایک مضبوط ارادے کے بغیر نہیں رکھا جاسکتا۔ روزے کی حالت میں انسان صحیح صادق سے غروبِ آفتاب تک بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ یہ کیفیت اپنے اندر بیک وقت تین چیزوں کی رکھتی ہے۔ پہلی یہ کہ انسان اپنی پسند اور خواہش کی چیزوں سے رک جاتا ہے۔ بھوک میں پیاز اور چٹنی بھی انسان کو لذیذ کھانوں سے بڑھ کر محسوس ہوتی ہیں، مگر روزے دار خود پر قابو رکھتا ہے اور ہر طرح کا کھانا اور مشروبات دسٹرس میں ہونے کے باوجود ان سے خود کو روکتا ہے۔ یہ مضبوط ارادے کے بغیر ممکن نہیں۔

دوسری چیز ضرورت ہے۔ کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ نقاہت محسوس کرتا اور معمولات کی انجام دہی میں اسے مشکل پیش آنے لگتی ہے۔ مگر روزے دار اپنی قوتِ ارادی کو استعمال کر کے نقاہت جھیل کر بھی خود کو کھانے پینے سے دور رکھتا ہے۔ تیسرا اور سب سے بڑی چیز وہ تکلیف اور اڑیت ہے جو بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے سے ہوتی ہے۔ مگر ایک دفعہ پھر روزے دار اپنے ارادے کی مضبوطی کی بنا پر موسم اور بھوک و پیاس کی مشقت اٹھا کر بھی ایک ماہ تک روزے کی عبادت پر ڈٹا رہتا ہے۔

بُشتنی یہ ہے کہ ایک ماہ تک اپنی خواہشات، ضروریات اور سخت مشقوں کے سامنے ڈٹ جانے والا یہ روزے دار رمضان کے فوراً بعد اپنی اس مضبوط قوتِ ارادی کو بھول جاتا ہے۔ وہ معمولی نویعت کے گناہ، خواہشات، شیطانی ترغیبات کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر ایک روزے دار رمضان کے مہینے میں یہ فیصلہ کر لے کہ جس قوتِ ارادی کے بل پر اس نے روزے کی مشقت کو جھیلا ہے، اس کو استعمال کر کے وہ رمضان اور اس کے بعد ہر گناہ چھوڑ دے گا تو بلاشبہ انسان کی قوتِ ارادی کے لیے یہ ایک معمولی بات ہے۔ اگر رمضان میں یہ بات کسی کو حاصل ہو گئی تو بلاشبہ رمضان میں اس نے جنت کی کامیابی یقینی طور پر حاصل کر لی۔

اسی رمضان میں

”آپ میں سے ہر شخص کو روزہ رکھنے کا تجربہ تو ہوگا۔ یہ بتائیے کہ روزہ توڑنے کا تجربہ کتنے لوگوں کو ہوا ہے؟“ عارف کا یہ سوال لوگوں کے لیے قطعاً غیر متوقع تھا۔ رمضان سے قبل احباب کے ساتھ عارف کی یہ آخری مجلس تھی جس میں لوگ رمضان کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے تھے۔ مگر جو سوال ان سے پوچھا گیا تو اس کا رمضان کی فضیلت سے کوئی تعلق کسی کے سمجھ میں نہیں آیا۔

کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر ایک صاحب نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور بولے: ”بھی مجھے ایک دفعہ رمضان میں روزہ توڑنا پڑا تھا۔“ عارف نے کہا: ”ذرائع میں سے بتائیے کہ کن حالات میں آپ کو روزہ توڑنا پڑا تھا۔“ اب ان صاحب نے تفصیل بیان کرنا شروع کی: ”در اصل اس روز میری طبیعت خراب تھی۔ مگر میں نے ہمت کر کے روزہ رکھ لیا۔ دن بھر میں نے ہمت کیے رکھی لیکن روزہ کھونے سے آدھ گھنٹے قبل میری حالت غیر ہونے لگی۔ جب مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا تو میں نے روزہ توڑ دیا۔“

”کیا عام حالت میں آپ روزہ توڑنے کا سوچ سکتے ہیں؟“ عارف نے ان صاحب سے سوال کیا تو انہوں نے فوراً جواب دیا:

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک دم میں دم ہے کوئی مسلمان اس کا تصور نہیں کر سکتا۔“ وہ صاحب خاموش ہوئے تو عارف نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: ”اگر آپ نے روزہ رکھ کر روزے کو نہیں سمجھا تو روزہ توڑنے کی کیفیت کا سن کر روزہ کو سمجھ لیں۔ روزہ ناقابل شکست عزم کے سہارے رکھا جاتا ہے۔ بھوک، پیاس، اذیت، گرمی، خواہش، وقت کی طوال جیسی مضبوط چیزیں روزہ کی حالت میں انسانی عزم کے سامنے پسپا ہو جاتی ہیں۔ انسان ان چیزوں کے سامنے

ڈھارہتا ہے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجائے یا پھر انسان کا جسم اس کا ساتھ چھوڑ دے۔“

عارف ایک لمحے کے لیے رکے اور پھر گویا ہوئے:

”یہی روزہ ہے۔ عزم انسانی کا تعارف۔ ناقابل شکست عزم جو ہر منہ زور جذبے کو نکیل ڈال کر انسان کے قدموں میں لاڈا تھا ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان جذبوں کا غلام بن کر شیطان کا بندہ بن جاتا ہے۔ جب ہوس کی بھوک، حرص کی تونس، لائچ کی پیاس، حرام کی چاٹ، گناہ کی لذت، معصیت کا ذائقہ انسان کا روزہ اطاعت توڑنا چاہیں یا پھر انسان کی عمر بھر کی ریاضت بھکی ہوئی نظر وہ، ڈگ مگاتے قدموں، بے لگام خواہشوں اور بد لحاظ رویوں کی نذر ہونے لگے تو یہ عزم انسانی ہی ہے جو ان اٹھتے طوفانوں کو روک دیتا ہے۔ شیطان خواہش کے پھندوں میں اسے البحاتا ہے مگر بندہ مومن پورا زور لگا کر خود کو ہرگز گرفت سے چھڑا لے جاتا ہے۔ نفس جذبات کے جاں میں اسے جکڑتا ہے، مگر مومن کا عزم؛ صبر کی تلوار سے ہر جاں کو کاٹ ڈالتا ہے۔ عزم انسانی ہی روزہ کی اساس ہے جس کا مظاہرہ ہم میں سے ہر شخص روزہ رکھ کر کرتا ہے۔“

صاحب معرفت کی آواز تھی یا آسمان معرفت کی برسی بر سات۔ حاضرین کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ لوگ سنتے رہے اور وہ بولتے رہے۔

”جس شخص نے اپنے روزے سے اپنے اندر یہ عزم زندگی بھر کے لیے پیدا کر لیا، اس کا روزہ لاریب اسے جنت تک لے جائے گا۔ جس نے یہیں کیا وہ اگلے رمضان کا انتظار کرے۔ کیونکہ اس نے ابھی تک روزہ رکھ کر اس چیز کو نہیں پایا جس کے لیے روزہ رکھوایا گیا تھا۔“

عارف کی بات ختم ہو گئی۔ مگر رمضان کا اصل درس حاضرین تک پہنچا گئی۔ انہیں روزہ رکھنا تھا۔ اسی رمضان میں۔ انہیں جنت کو پانا تھا۔ اسی رمضان میں۔

شب قدر کو پانے والے

شب قدر عظیم فیصلوں کی رات ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پر حکمت فیصلوں کو نفاذ کے لیے فرشتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حضرت جبرایل علیہ السلام اور دیگر فرشتے ان فیصلوں کو لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ ان فیصلوں میں سے ایک عظیم فیصلے کی مثال نزول قرآن کی ہے جو انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ نزول قرآن کے بعد اگلے ہزار مہینوں میں وہ تین عظیم نسلیں اٹھیں جنہوں نے انسانی تاریخ کا رخ ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ یہ رات طلوع فجر تک سلامتی کی رات ہے۔

شب قدر کی اس حیثیت کو جانے کے بعد انسان جب اس رات میں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو دراصل اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ یہ نظام کائنات ایک عظیم ہستی چلا رہی ہے جو قادر مطلق اور کریم مطلق ہے۔ یہ کائنات کی بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں جسے حادث کی زنجیر کسی نامعلوم منزل کی طرف کھینچے چلی جا رہی ہے۔ دیکھتے ستاروں اور نجاست خلاؤں کا مجموعہ یہ کائنات اور اس میں اعتدال و توازن کا مجموعہ یہ زمین ایک خدائے بزرگ و برتر کی صنایع کا نمونہ ہے۔

وہ بنانے والا اسے بننا کر کہیں فارغ نہیں بیٹھا بلکہ عرش قدرت پر جلوہ گر ہو کر ہر لمحے اور ہر آن کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ ذرے ذرے پر اس کی نظر ہے اور ہماری زندگی کے روز و شب سب اس کے علم میں ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد اسے راضی کرنا ہے۔ تاکہ کل روز قیامت جب وہ قادر مطلق تخت عدالت پر جلوہ افروز ہو تو اس کا حتمی فیصلہ ہمارے بارے میں یہ ہو کہ میں نے آدم کے اس بیٹی یا اس بیٹی کو معاف کر دیا۔ میں نے اسے جہنم کے ہر عذاب سے بچا کر ختم نہ ہونے والی ابدی راحتوں میں جگہ دے دی۔ جس شخص نے شب قدر میں اس طرح خدائے قادر کو دریافت کیا اسی نے شب قدر پالی۔

اعتكاف

اعتكاف روزے کی عبادت کا منہما نے کمال ہے۔ رمضان میں روزہ رکھ کر انسان طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانا پینا اور ازدواجی تعلق کو چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن اعتكاف میں انسان آگے بڑھتا ہے اور ان پابندیوں کے ساتھ کئی اور پابندیاں خود پر عائد کر لیتا ہے۔ اب انسان اپنا گھر، گھر والے اور کار و بار سمیت ساری دنیوی دلچسپیاں چھوڑ کر مسجد میں آبیٹھتا ہے۔ پہلے یوں تعلق زن و شودن میں چھوڑا تھا اب رات میں بھی اس سب سے بڑی انسانی خواہش سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پہلے لوگوں سے مل لیا جاتا تھا اور اب سب سے کٹ کر انسان خدا کا ہو رہتا ہے۔ یوں ایک بندہ مومن سوائے زندگی کی ایک نشانی یعنی رات کے وقت کھانے پینے کے علاوہ پوری دنیا اور دنیاداری کو چھوڑ کر اللہ کے گھر آبیٹھتا ہے اور اپنی صبح و شام اس کی یاد اور اس کی بندگی میں گزارنے لگتا ہے۔

اعتكاف کی پابندیاں انسان کو احساس دلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اتنی زیادہ ہیں کہ حق یہی ہے کہ زندگی اسی طرح گزاری جائے۔ مگر یہ اس کریم کا کرم ہے کہ اس نے اس عبادت کو لازم کیا اور نہ انسان کو مجبور کیا کہ وہ عام حالات میں اللہ کی رضا کے لیے اپنا کھانا پینا، یوں بچے، ازدواجی تعلق اور کار و بار، سماجی تعلقات اور اسباب دنیاداری کو چھوڑ دے۔ اس کا مطالبہ بس اتنا ہے کہ ان سب میں رہو پر مجھے نہ بھولو۔

تم شادی کرو، گھر بناؤ، کار و بار اور ملازمت کرو، یوں اور بچوں کی خوشیاں دیکھو، دنیا اور اس کی دلچسپیوں سے بھی بقدر ضرورت محفوظ ہو، مگر مجھے یاد رکھو۔ میری نافرمانی نہ کرو۔ اس لیے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ جس طرح رمضان اور اعتكاف کے ایام گزر جاتے ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی بھی گزر جائے۔ پھر تم لوٹ کر میرے ہی پاس آؤ گے۔ ایسا نہ ہو کہ اس روز تھمارے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہو۔ یہی اعتكاف کا اصل درس ہے۔

شپ قدر اور خدا کی قربت

قرآن مجید میں شپ قدر کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے ہر بندہ مومن کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس رات عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب کے وہ موقع حاصل کرے جو ہزار مہینوں سے افضل ہیں۔ تاہم جیسا کہ معلوم ہے کہ اس رات کی تعین قرآن وحدیث میں نہیں ملتی۔ زیادہ سے زیادہ جوبات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

تاہم جہاں تک اللہ تعالیٰ کے قرب کا تعلق ہے وہ شپ قدر کی رات یا کسی اور وقت یا مقام پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور عنایت بندہ مومن کو ہر اس وقت اور ہر اس مقام پر نصیب ہو سکتے ہیں جب وہ پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ اس کے قلب میں اللہ پاک کی رضا کے سوا کوئی جذبہ نہ ہو۔ وہ زندگی کے ہر نفع و ضر کا مالک تھا اپنے رب کو سمجھ کر اس کی طرف لپک رہا ہو۔ یہی وہ بندہ ہے جو بلاشبہ رب کی قربت اور اس کی حضوری کا شرف حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے میں بندہ دعا مانگتا ہے اور رب قبول کرتا ہے، وہ سجدہ کرتا اور اس کی حمد و تسبیح کرتا ہے اور رب اس کے ان اعمال کی قدر دانی کرتا ہے۔

پھر صرف یہی ایک معاملہ نہیں متعدد ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو خدا کی خاص عنایت سے نوازتی ہیں۔ اللہ کی راہ میں اس وقت خرچ کرنا جب تنگی کا موقع ہو۔ کسی کمزور کی غلطی کو اس وقت معاف کر دینا جب انسان اس سے بدلہ لینے کی پوری قدرت رکھتا ہو۔ تھہائی میں کسی ایسے گناہ سے رُک جانا جس میں نہ کسی رسول کی اندیشہ ہو اور نہ کسی پکڑ کا خوف۔ یہ سب احوال و مقامات وہ ہیں جو انسان کو خدا کے قرب سے نوازتے ہیں۔ شپ قدر پاناسی کے اختیارات میں نہیں، لیکن یہ معاملات ہر شخص کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم جب چاہیں ان کے ذریعے اپنے رب کا قرب اور عنایت حاصل کر سکتے ہیں۔

فہم قرآن کی کنجی

قرآن کریم رہتی دنیا تک کتاب ہدایت ہے۔ اس کی ہدایت سے استفادے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات جان لی جائے کہ قرآن کریم میں موجود ہدایت کی نوعیت کیا ہے۔ قرآن کریم اپنے اسلوب کے اعتبار سے ایک بالکل منفرد نوعیت کی کتاب ہے۔ تورات کے احکام عشرہ کی طرح قرآن کریم میں ہدایت کے کوئی آٹھوں اصول پیان نہیں ہو گئے ہیں۔ اسی طرح یہ کو رس میں پڑھائی جانے والی اسلامیات کی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں اسلام کے حوالے سے مضامین پائے جاتے ہیں۔ یہ کسی عالم کی تحریر کردہ کسی علمی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں ایک ترتیب سے اسلامی عقائد و عبادات پر بحث کر کے ان کی حقانیت ثابت کی جاتی ہے۔

قرآن کریم دراصل اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگزشت اذار ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہیے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخاطبین کے درمیان ہونے والی جدوجہد کا کارکرد़ ہے۔ صورت حال یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ آپ کی قوم یعنی قریش مکہ کے سامنے تو حید و آخرت کی دعوت رکھی۔ ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دی اور جہلانے والوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا۔ جنت، جہنم اور قیامت کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اللہ کی ذات، صفات اور اس کے حقوق کو لوگوں پر واضح کیا۔ تو حید و آخرت کی اس دعوت کے دلائل نفس و آفاق کی نشانیوں سے پیش کیے۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اہل کتاب کے پیدا کردہ شہہات کو دور کریا۔ ممکرین کے سوالات کا جواب دیا۔ مشرکین کی بدعتوں اور ان کے اوہام سے پرده اٹھایا۔ مخالفین کی ایذ ارسانی پر مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق حسنہ کو سراہ۔ مشرکین کی اخلاقی خرابیوں کو بے نقاب کیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رسول بھی تھے۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ قوم اگر رسول کا انکار کرتی ہے تو بات واضح ہونے کے بعد، اس پر دنیا ہی میں عذاب آ جاتا ہے جبکہ ماننے والوں کو عذاب سے بچا کر دھرتی کا اقتدار دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے بار بار آپ کی قوم کو خدا کے اس عذاب سے ڈرایا جو قیامت سے پہلے اس دنیا ہی میں ان پر نازل ہو سکتا تھا۔ اس مقصد کے لیے پچھلے رسولوں کی داستان سنائی کریے بتایا گیا کہ جس طرح نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، موسیٰ علیہم السلام جمعیں اور دیگر رسولوں کی قوموں پر

سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوتے اور بہت سی غلط فہمیاں اسے لاحق ہو جاتی ہیں۔

مثلاً ایک پڑھنے والا دیکھے گا کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے، مگر دوسری طرف اسی قرآن میں ان کی خواتین سے شادی جائز قرار دی گئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان سے دوستی جائز نہیں تو شادی کا رشتہ جوز یادہ مضبوط اور محبت کا تعلق ہے اس کے قائم کرنے کی اجازت کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ شادی کی بات ابدی شریعت کا ایک اصول ہے جبکہ دوستی کی ممانعت ان یہود و نصاریٰ سے ہے جن کا بعض بالکل کھل کر سامنے آگیا تھا۔ یہ بات سیاق و سبق سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھیں۔ قرآن کریم میں شرک اور اس کی تمام چھوٹی بڑی اقسام کی برائی بیان ہوئی ہے۔ یہ اس کی ابدی دعوت کا ایک پہلو ہے جو ہر حال میں ہم سے متعلق ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن میں یہ بیان بھی ملے گا کہ مشرکین کو جہاں پاؤ مارڈا لو۔ اس بات کا تعلق ابدی دعوت سے نہیں بلکہ اس اتمام جحث سے ہے جس کے بعد مشرکین عرب پر عذاب کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ یہ حکم صحابہ کرام کو دیا گیا تھا اور قرآن مجید کا سیاق و سبق اس بات کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ ایک عام شخص کے لیے جائز نہیں کہ قرآن کے اس حکم کو لے کر اپنے پڑوس میں رہنے والے کسی ہندو یا عیسائی کو مارڈا لے۔

قرآن مجید کے ہرقاری کو جو سمجھ کر قرآن پاک کو پڑھنا چاہتا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرح کی باتوں کا تعلق برہ راست اس سے نہیں ہے۔ اگر اسے بھی کوئی شبہ پیدا ہو تو چاہیے کہ ایک یا ایک سے زیادہ اچھے اور صاحب بصیرت عالم سے رجوع کرے یا ان کی تفسیر دیکھ لے۔ یہ اصول فہم قرآن کی کنجی ہے جسے نہ سمجھنے کے تیجے میں کتاب الہی سے متعلق بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور بدستی سے دور جدید میں پیدا ہوئی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس موقع پر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہ چیزیں عام لوگوں سے متعلق نہیں تو انھیں قرآن پاک میں رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ مباحث اس اعتبار سے بڑے اہم ہیں کہ یہ قرآن کی سچائی اور اس دعوت کا زندہ ثبوت ہیں جو وہ تو حید و آخرت کے حوالے سے دنیا کے سامنے رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ایک رسول کی قوم پر آنے والا عذاب اور اس کے ساتھیوں کو ملنے والا غالبہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ یہی کریں گے جنہوں نے اس دعوت کو مانا وہ جنت کی بادشاہی کے مستحق ہٹھریں گے اور جو مکفر ہوئے ان کاٹھکانہ جہنم ہوگا۔

دنیا ہی میں عذاب آیا ہے، اسی طرح قریش پر بھی ان کے انکار کی یاداں میں عذاب آکر رہے گا۔ 13 برس تک یہ جدو جہد جاری رہی یہاں تک کہ اتمام جحث ہو گیا تینی ہدایت واضح ہوئی۔ چنانچہ قریش پر عذاب کا فیصلہ ہو گیا۔ اللہ کے حکم سے آپ نے بھرث فرمائی اور اپنے صحابہ سمیت مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ کو چونکہ ایک قابل قدر تعداد میں ساتھی مل گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارضی و سماوی آفت کے بجائے کفار کو صحابہ کرام کی تواروں سے عذاب دینے کا فیصلہ کیا۔ جنگ بدر میں یہ عذاب نازل ہوا اور قریش کی پوری قیادت کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح رسولوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے قانون کا یہ حصہ نافذ ہو گیا کہ جس میں کفار کو دنیا ہی میں عذاب دیا جاتا ہے۔ البتہ اس قانون کا ایک دوسری حصہ ابھی باقی تھا۔ وہ یہ کہ رسولوں پر ایمان لانے والوں کو نہ صرف اس عذاب سے بچایا جاتا ہے بلکہ انہیں دنیا میں بھی عروج و غلبہ دے دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا ظہور شروع ہوا۔ اور صرف آٹھ سال بعد حرم پاک سمیت پوری سر زمین عرب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مانے والوں کا غلبہ ہو گیا۔ اس عمل میں سر زمین عرب کے مشرکین سے جتنیں اڑی گئیں، مدینہ پاک میں موجود اہل کتاب سے معاملات پیش آئے۔ منافقین کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن پاک ان سب پر تبصرے کرتا ہے۔ قدم قدم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے تزکیہ کے لیے شریعت دینا شروع کرتا ہے، یہاں تک کہ دین کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ان سب کے ساتھ قرآن بار بار توحید و آخرت پر منی اپنی دعوت کو دھرا تارہتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک قاری جب اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو یہ مضامین نکھر کر سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کے لیے قرآن مجید کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک اور اہم بات ہے جسے سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے جن مضامین کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی ہے، اس کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول قرآن کریم کی ایمان و عمل صاف پرمنی دعوت اور اس کی تفصیلات۔ دوسرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم پر اتمام جحث، اس کے مباحث اور اس کے تیجے میں آنے والا عذاب۔ یہ دونوں چیزیں قرآن پاک میں بالکل ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں اور ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا۔ اس لیے کہ ایمان و عمل صارخ کی ابدی دعوت جن لوگوں کو دی جائی تھی وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطبین بھی تھے۔ لیکن یہ بات جب ایک عام قاری پر واضح نہیں ہوتی تو قرآن پڑھتے ہوئے بہت سے

رمضان کا مہینہ..... حاصل کیا کرنا ہے؟

رمضان قمری تقویم کا نواں مہینہ ہے۔ یہ مہینہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں، انسانوں کے لیے بھی بہت اہم ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جب گمراہی کے صرایں بھٹکتی انسانیت کی صدائے اعطاش، آسمان نے سنی اور باران ہدایت کو عرب کے بیانات پر بر سے کا حکم دیا۔ پھر اس سرز میں سے ہدایت کے وہ چشمے ابلے جن سے پوری انسانیت سیراب ہوگئی۔ یہ وہ مہینہ ہے جب ظلم کی چکی میں پسستی اور سکتی ہوئی انسانیت کی صدائے العدل کا جواب کائنات کے بادشاہ نے عدل سے نہیں، احسان سے دیا۔ اس طرح کہ قیامت تک کے لیے قرآن کو وہ فرقان بنائے کر زمین پر اتنا را کہ جس کی ہدایت نے دھرتی کو امن و سکون سے بھر دیا۔

ماہِ رمضان ایک دفعہ پھر اہل زمین کے سروں پر سایہ لگن ہونے کو ہے۔ اس حال میں کہ آج ہر طرف ظلم اور گمراہی کا دور دورہ ہے۔ انسانیت کے مصائب کا علاج آج بھی یہی ہے کہ قرآن کی ہدایت لوگوں کے سامنے رکھی جائے اور لوگ اسے قبول کر لیں۔

صاحب توحید خدا نے قرآن اور رمضان کا تعلق اس طرح بیان کیا ہے:

”رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کے لیے رہنمابا کر اور نہایت واضح دلیلوں کی صورت میں جوانپی نویت کے لحاظ سے سراسر ہدایت بھی ہیں اور حق و باطل کا فیصلہ بھی۔“، (ابقرہ 2:158)

قرآن کی ہدایت کیا ہے؟ اگر اسے ایک جملے میں بیان کیا جائے تو یہ انسانوں کو اس مسئلے سے آگاہ کرنے آیا ہے جو انہیں ان کی موت کے بعد درپیش ہوگا۔ یعنی ان کے مالک کے حضور پیشی کا مسئلہ۔ اپنے اعمال کی جوابدی کا مسئلہ۔ جنت سے محرومی اور جہنم کی آگ کا مسئلہ۔ ابدی ذلت یاداگی عیش کا مسئلہ۔ مگر بڑی عجیب بات ہے کہ یہ ہدایت جس کا تعلق دنیا سے نہیں آخرت سے ہے، زندگی سے نہیں موت سے ہے، انسانوں کی زندگی اور ان کی دنیا کے سارے مسائل کا واحد مکمل ہے۔

اس دنیا میں انسان کا اصل مسئلہ کیا ہے؟ یہ کہ وہ ایک فانی دنیا میں ابدی قیام کے اسباب ڈھونڈتا ہے۔ یہ کہ وہ ایک سرائے میں رہ کر کسی داگی متنقہ کے آرام ڈھونڈتا ہے۔ اقبال نے جو

بات فرنگ کے لیے کہی تھی وہ فرنگ عذر زمین کے بارے میں درست ہے:

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیش جہاں کا دوام

وائے تمනاے خام وائے تمناۓ خام

اس عیش اور آرام کی تلاش میں انسان خدا و آخرت کو بھول جاتا ہے۔ وہ فانی دنیا کو اپنا مقصد بنتا تا اور ہر اخلاقی قدر کو فراموش کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان نوع انسانی کا شکاری بن جاتا ہے۔ پھر ظلم اور گمراہی کی وہ ساری اقسام وجود میں آتی ہیں جن سے محروم بر میں فساد پھیل جاتا ہے۔ انسانوں کی جان، مال، عزت و آبروانی جیسے انسانوں کے ہاتھوں پامال ہوتی ہے۔ انسان کا اخلاقی وجود اس کی حیوانی خواہشات کے سامنے ڈھیر ہو جاتا ہے۔

اس صورتحال کا واحد حل وہ قرآنی ہدایت ہے جو پوری قوت کے ساتھ قیامت کے ہولناک زلزلے سے انسانوں کو ڈراتی ہے۔ وہ اس روز سے انسانوں کو خود رکرتی ہے جب زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی اور حسن و زینت کے تمام آثار مٹا کر زمین ایک چیل میدان بنادی جائے گی۔ وہ دن کہ جب لوگ اپنے سواہر دوسرا چیز کو بھول جائیں گے۔

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک قیامت کی پلچل بڑی ہی ہولناک چیز ہے۔

جس دن تم اسے دیکھو گے، اس دن ہر دو دھپلانے والی اپنے دو دھپیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور تم لوگوں کو مدھوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدھوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہے، یہ بڑی ہولناک چیز۔“، (الجع۱: 22-22)

جو لوگ قرآن کی اس پکار پر توجہ دیتے ہیں اور آخرت کی کامیابی کو اپنی منزل بناتے ہیں قرآن ان کے سامنے ایک واضح نصب العین رکھتا ہے:

”بے شک فلاح پا گیا وہ شخص جس نے پا کیزگی اختیار کی۔“، (الاعلیٰ 78:41)

”اور نفس گواہی دیتا ہے، اور جیسا اسے سنوارا۔ پھر اس کی نیکی اور بدی اسے بچھادی کہ فلاح پا گیا وہ، جس نے اس کو پا کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے آلو دہ کیا۔“، (اشمس 91: 6-10)

یہ آیات کھول کر بتاتی ہیں کہ آخرت کی کامیابی کا تمام ترا نحصار اس بات پر ہے کہ انسان اس

خرمستیوں میں گکن رہتے ہیں۔ انسان اپنے ابناۓ نوع کے ساتھ اس یقین کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں کہ کل روز قیامت ہر معاملہ رب العالمین کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ وہ عدالت جہاں فصلے مادی نہیں بلکہ اخلاقی قانون کی بنیاد پر ہوں گے۔ چنانچہ دھوکہ، فریب، بد دیانتی، خیانت، جھوٹ اور معاشرے میں پائی جانے والی ان جیسی تمام اخلاقی گندگیاں اوصاف حمیدہ کے لیے جگہ چھوڑ دیتی ہیں۔ یوں دھرتی نورِ ایمان سے چمک اٹھتی ہے۔

فلاح آخرت اور اس کے لیے پاکیزگی کے حصول پر انسان کو تحریر کرنے والی سب سے بڑی چیز خدا کے حضور پیشی کا خوف، اس کی پکڑ کا اندیشہ، اس کے عذاب کا ڈر اور اس کا تقویٰ ہے۔ یہ تقویٰ ہی وہ چیز ہے جو روزوں کی فرضیت کا اصل مقصود ہے:

”ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ۔“ (البقرہ: 138)

یہ تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح کہ رمضان میں قرآن کی بار بار تلاوت انسان کو جہنم کے عذاب اور خدا کی پکڑ سے بے خوف نہیں رہنے دیتی۔ دوسری طرف روزے میں کھانے پینے سے رکنا انسان کو نہ صرف پر ہیزگاری کے آداب سکھاتا ہے بلکہ اسے اُس مضبوط قوت ارادی سے آگاہ کرتا ہے جسے استعمال کر کے وہ اخلاقی ناپاکی سے بچ سکتا ہے۔

سواب جب کہ رمضان کی آمد آمد ہے، آئیے..... رمضان کے استقبال کا عزم کرتے ہیں۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں قرآن صرف ثواب کے لیے پڑھا جاتا ہے، آئیے..... قرآن کو ہدایت کے لیے پڑھنے کا عزم کرتے ہیں۔ یہ عزم کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں گے۔ یہ جانے کے لیے پڑھیں گے کہ قرآن جس دن کی مصیبت سے خبردار کرنے آیا ہے وہ کون ساداں ہے۔ فکر و عمل اور اخلاق و عقیدہ کی اُن گندگیوں کو جانے کے لیے پڑھیں گے جن سے بچ بغیر جہنم کی آگ سے نہیں بچا جاسکتا۔

رمضان ثواب کا مہینہ ہے۔ آئیے..... اسے ہدایت کا مہینہ بنادیں۔ یہ بھوک پیاس سے رکنے کا مہینہ ہے۔ آئیے..... اسے تقویٰ حاصل کرنے کا مہینہ بنادیں۔ یہ قمری تقویم کا نواں مہینہ ہے۔ آئیے..... اسے ایمانی تقویم کا پہلا مہینہ بنادیں۔

دنیا میں اپنا ترکیہ کرتا ہے یا نہیں۔ یہ ترکیہ رہبانیت جیسی کوئی چیز نہیں بلکہ ایمان و اخلاق کی آلاتشوں سے خود کو بچانے کا عمل ہے۔ ان آیات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفس انسانی میں خیر و شر کا پورا شور شروع دن ہی سے موجود ہے اور اسی علم کی بنیاد پر انسان یہ جانتا ہے کہ اسے اپنے آپ کو کون آلاتشوں سے بچانا اور کون چیزوں کو اختیار کرنا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان اخلاق سے عاری نہیں بلکہ فطرت کا عطا کردہ پاکیزہ لباس پہن کر آتا ہے۔ اس لباس فطرت کے دامن میں شرک کا کوئی داغ اور الحاد کا کوئی دھبہ تک نہیں ہوتا۔ اس پر ظلم کا میل اور ہوس کی گندگی نہیں لگی ہوتی۔ مگر دنیا میں موجود شیطانی ترغیبات، حیوانی خواہشات اور ماحول کے اثرات انسان کو گمراہی کے راستوں پر ڈال دیتے ہیں۔ وہ فطرت میں موجود خیر و شر کے تصورات کو بھول کر خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کرتا ہے۔ جیسے جیسے وہ اس راہ پر آگے بڑھتا ہے، یہ گردآؤ دراست دامن دل اور لباس فطرت کو غلیظ سے غلیظ تر کرتا چلا جاتا ہے۔ غفلت کی دھوول اور سرکشی کی کا لک فطرت کے حسن کو نزی غلاظت میں بدل دیتی ہے۔ انسان پہلے پہل خیر و شر کی تیزی کھوتا ہے اور پھر معاشرے میں ہر شرخیر اور ہر خیر شرben جاتا ہے۔ فطرت میں پیدا ہو جانے والی اس کجھی کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں پیغمبر بھیجے، کتاب میں اتاریں، بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا۔ قرآن نہ صرف ترکیے کے نصب اعین کو انسانوں کے سامنے رکھتا ہے بلکہ ایمان و اخلاق اور فکر و عمل کی آلاتشوں کی بھی نشان دہی کرتا ہے۔

قرآن کی اس ہدایت کی روشنی میں ہر بندہ مومن کی زندگی کا نصب اعین یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو فطرت میں موجود اور قرآن میں بیان کردہ ان آلاتشوں سے بچائے۔ انسان جیسے ہی عمل شروع کرتا ہے۔ اس کا براہ راست نتیجہ اس کے اخلاقی وجود پر مرتب ہوتا ہے۔ شرک والحاد کی گندگی کو دھونے کے بعد انسان اپنے جیسے انسانوں کو خدا بنتا ہے نہ خواہشِ نفس کو اپنا معبد ٹھہراتا ہے۔ آخرت کی کامیابی کا نصب اعین تقاضا کرتا ہے کہ انسان کی جان، مال، وقت اور صلاحیت کا ایک حصہ لا زماً ذاتی مفادات سے بلند ہو کر صرف کیا جائے۔ ایسے پاکیزہ لوگوں کے معاشرے میں نہ طاقتوں کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں اور نہ اہل ثروت غرباً سے بے نیاز اپنے

خزانے کا نقشہ

انسان کہانیوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ خاص طور پر وہ کہانیاں جن میں کسی پوشیدہ خزانے کا ذکر ہو۔ ان کہانیوں میں کوئی مہم جو خطرات سے کھیلتا اور مشکلات جھیلتا ہوا س خزانے تک جا پہنچتا ہے۔ اس مہم کے دوران اس کی رہنمائی کے لیے ہمیشہ ایک نقشہ کا بھی ذکر ہوتا ہے جس کی مدد سے وہ نامعلوم منزل تک جا پہنچتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو پوشیدہ خزانے کے حصول کی کہانی انسانی فطرت کے ایک خاص پہلو کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس کی بنا پر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا بھر کی ساری نعمتیں اور راحتیں حاصل کر لے۔ یہ سب کچھ مال و دولت کے بغیر نہیں مل سکتا۔ خزانے کی کہانی میں یہی مال و دولت عالم شباب میں اس مہم جو کو مل جاتا ہے جو پڑھنے والے کے لیے ہیروکی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن کہانیاں پسند کرنے والوں بلکہ درحقیقت اکثر انسانوں کو یہ بات معلوم نہیں کہ خزانے کی کہانی کوئی فلم، کوئی داستان نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ زندگی کی ایک ایسی حقیقت جس میں مرکزی کردار خود ان کا اپنا ہے۔ روز اzel سے خدائے ذوالجلال نے زندگی کی سچی کہانی میں انسان کو مرکزی روول کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اس کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ایک مہم جو کی طرح دنیا کے مصائب و آلام اور راحت و سکون کو نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھے اور جنت کے اس خزانے کو پالے جس کے بعد انسان ہر عیش و آرام کا حقدار اور ہر کھوگم سے نجات پالے گا۔

خدانے انسانوں کی رہنمائی کے لیے جنت کے پوشیدہ خزانے تک پہنچنے کا ایک نقشہ بھی عطا کیا ہے۔ یہ نقشہ پیغمبروں کی رہنمائی کے ذریعے سے انسان کو ملتا رہا ہے۔ اور آخری دفعہ یہ نقشہ قرآن پاک کی شکل میں تحریری طور پر محفوظ کر کے انسانوں کو دے دیا گیا ہے۔ اس نقشے میں علامات نہیں بلکہ الفاظ کی شکل میں بتادیا گیا ہے کہ کون لوگ ہیں جو اس خزانے تک پہنچنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ سیدھا رستہ کیا ہے، اس پر چلنے میں کیا مشکلات آتی ہیں، ان سے کیسے نبرآزمہ ہونا ہے، اس راستے کا زادراہ کیا ہے، راستہ بھٹک جائیں تو کیا کرنا ہے، یہ سب اس میں تفصیل کے ساتھ بتادیا گیا ہے۔

مگر بد قسمتی سے انسان اس نقشے کو چھوڑ کر خواہش کے صحراء اور توهہات کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔ وہ یہ بھول چکے ہیں کہ وہ عالم زیست میں ایک مہم پر بھیجے گئے ہیں۔ اس مہم میں ان کا مقصد (جلی زندگی) کے اس پار ایک اور دنیا میں موجود فردوس کے خزانے تک پہنچنا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کے اس جنگل سے وہ محتاط انداز میں گزریں۔ کیونکہ یہاں قدم قدم پر گناہ کی دلدل ہے، ابلیس کے چھوڑے ہوئے شکاری درندے اور نفسانی خواہشات کے اثر ہے ہیں۔ انہیں اس جنگل سے اپنا زادراہ تولینا ہے، مگر اسے اپنا مسکن و مقصد نہیں بنانا۔ جس نے ایسا کیا وہ ابد تک اس جنگل میں بھٹکتا رہے گا۔

خزانے کے اس نقشے کو چھوڑ دینا ہر چند کہ تمام انسانیت کی بد قسمتی ہے، مگر سب سے بڑا کریہ ان لوگوں کی بد قسمتی ہے جن کے حوالے کر کے پیغمبر علیہ السلام دنیا سے گئے تھے۔ اس لیے کہ دوسروں کو یہ سب کچھ سمجھانے کی ضرورت ہے، مگر انہیں تو اس بات پر یقین ہے کہ واقعتاً یہ قرآن جنت کے پوشیدہ خزانے کا نقشہ ہے۔ دنیا کے دوسرا لوگ تو کل قیامت کے دن یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس خزانے کا یہ نقشہ نہیں تھا مگر مسلمان قیامت کے دن کیا عذر پیش کریں گے؟ آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کا دیا ہوا سب سے عظیم تھے ان کے پاس موجود ہے، مگر انہیں توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اس کو کھوں کر پڑھ لیں۔ جنہیں یہ توفیق ہوتی ہے وہ بے سوچ سمجھے اس کو پڑھتے ہیں اور ادب سے کسی بلند مقام پر رکھ دیتے ہیں۔ جو لوگ اس کے سمجھنے کے دعویدار بن کر کھڑے ہوتے ہیں، ان کے لیے یہ بس دنیا میں سیاسی انقلاب برپا کرنے کا ایک منثور ہے۔ جب مسلمانوں کا یہ حال ہو تو کسی غیر مسلم سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ آج خدا اور انسانوں سے محبت کرنے والے لوگوں کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو خدا کی اس کتاب کی طرف بلائیں۔ پیغمبر علیہ السلام کی اس دعوت کی طرف بلائیں۔ اس لیے کہ ہر انسان کے پاس وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ ہر مہم جو کے لیے مہلت عمل ختم ہو رہی ہے۔ اس نے اس نقشے کی مدد سے فردوس کے خزانے کو نہ پایا تو اس کا انجمام جہنم کی گہری کھائی ہوگی۔ وہ کھائی جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رونا ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا نا ہوگا۔

قرآن اور مسلمان

قرآن مجید کے مطابق رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآنِ کریم نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ قرآن مجید کی ہدایت کے ان گنت پہلو ہیں۔ اس کا ایک پہلو وہ ہے جو اس کی حسن ترتیب سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ یہ جس ترتیب کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس سے ایک مختلف ترتیب کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ ترتیب تو قینی ترتیب کہلاتی ہے۔ اس ترتیب کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ یہ بڑی سورتوں سے بتدرنج چھوٹی سورتوں کی طرف قائم کردہ ترتیب ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ اس مشاہدے کی تردید قرآن مجید کی پہلی سورت سورہ فاتحہ کردیتی ہے جو ایک انتہائی چھوٹی سورت ہے۔ بڑی سورتیں اس کے بعد آتی ہیں۔ ان بڑی سورتوں میں سے بھی بقرہ (۲۸۶)، آل عمران (۲۰۰)، نساء (۱۷۲) اور مائدہ (۱۲۰) میں آیات تدریجیاً کم ہوتی ہیں، مگر اگلی چار سورتوں یعنی انعام (۱۶۵)، اعراف (۲۰۶)، انفال (۱۲۹) اور توبہ (۱۲۹) میں ایسی کوئی ترتیب نہیں پائی جاتی۔

ہمارے نزدیک اس ترتیب میں جو چیز ملحوظ رکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید نازل تو مشرکین کے درمیان ہوا تھا، مگر تاقیامت اسے مؤمنین کے درمیان رہنا تھا، ایسے لوگوں کے درمیان جو اسلام کے دعویدار اور ایمان کے مدعا ہوں گے، مگر ان میں وہ ساری کمزوریاں، برائیاں اور عیب درآئیں گے جو سابقہ امتوں میں آموجود ہوئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں ابتداء میں وہ سورتیں آتی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پانے کے بعد اقوام کس طرح گمراہ ہو جایا کرتی ہیں۔ ان سورتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فکر و عمل اور فلسفہ و شریعت کی سطح پر کیا چیز ہدایت ہے۔ وہ کیا رویہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور وہ کیا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ سابقہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ

کس طرح ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہو گئے۔ ان میں کس طرح شرک و بدعت کے رویے عام ہوئے۔ کس طرح ایمان و اخلاق کے بجائے ظاہر پرستی عین مطلوب بن گئی۔ کس طرح عمل صالح کے بجائے فسق و فجور کے رویے عام ہوئے۔ کس طرح حق پرستی کے بجائے قوم پرستی امتوں کے فکر و عمل کا محروم کر زن گئی۔

پھر ان سورتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح منافقت کا روگ ایمانی وجود میں کینسر کی طرح سراحت کر جاتا ہے۔ کس طرح لوگ خود کو اصلاح کرنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سب سے بڑے فسادی بن جاتے ہیں۔ کس طرح منافقت معاشروں میں عام ہو جاتی ہے۔ کس طرح اقوام اللہ تعالیٰ کی نعمت اور انعام پانے کے بعد گمراہی کا رویہ اختیار کرتی ہیں۔ کس طرح اسلاف کے نام پر قوموں میں غلط روی عام ہو جاتی ہے۔ لوگ نام ابراہیم خلیل اللہ اور اسما علی علیہم السلام کا لیتے ہیں، مگر خود ساختہ رسولوں اور ضابطوں پر مشتمل ایک نیا دین گھر لیتے ہیں۔ نام موئی اور عیسیٰ علیہم السلام کا لیا جاتا ہے، مگر درحقیقت قوم پرستی اور شرک و بدعت کا ایک جھنکاڑ ہوتا ہے جس کو نہ ہب کے نام پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس طرح قرآن مجید کی یہ ابتدائی سورتیں مسلمانوں کو یہ بتانے کے لیے ابتداء میں رکھی گئی ہیں کہ انھیں سابقہ امتوں کے طرز عمل سے بچنا ہوگا۔ وہ اگر نہیں بچیں گے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو گا جیسا انجام ان سورتوں میں کچھلی امتوں کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ وہ بظاہر اپنے آپ کو عین حق سمجھیں گے، مگر خدا کے نزدیک وہ مغضوب اور گمراہ ہوں گے۔ وہ خود کو جنت کا حقدار سمجھیں گے، مگر رب کے نزدیک ان کا اصل ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ وہ خود کو خیر الامم کہیں گے، مگر پروردگار ان پر ذلت، مسکنت اور سوائی تھوپ دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ضابط ہے کہ وہ افراد کا معاملہ قیامت پر اٹھا رکھتا ہے، لیکن اقوام و ملک کو ان کے اعمال کے مطابق اسی دنیا میں بدلہ دیتا ہے۔

یہی وہ بات ہے جو قرآن مجید کی ابتدائی سورتیں کا نبیادی سبق ہے جو ہر اس مسلمان کو سیکھنا چاہیے جو سوچ سمجھ کر قرآن مجید کو رمضان میں پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

رمضان اور ہمارے اخلاقی معاملات

رمضان مبارک کی مقدس ساعتیں ہم پر سایہ فُلکن ہو رہی ہیں۔ قمری اور شمسی مہینوں کے فرق کی بنا پر اب کئی برس تک رمضان کا مہینہ موسم گرما میں آیا کرے گا۔ تاہم ایک طویل عرصے سے کی جانے والی مذہبی سرگرمیوں کے نتیجے میں مسلمان عبادات کے بارے میں اب کافی حساس ہو گئے ہیں۔ لہذا امید ہے کہ ان شاء اللہ سخت ترین گرمی کے موسم میں بھی مسلمانوں کی غالب اکثریت موسم کی شدت اور روزے کی طوالت کے باوجود اس عظیم عبادت کو پوری ہمت اور یکسوئی کے ساتھ خدا کرے گی۔ تاہم اس کے ساتھ سابقہ تجربات و مشاہدات کی بنیاد پر یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کبھی جاسکتی ہے کہ روزے کے ساتھ وہ ساری اخلاقی خرابیاں جوں کی توں جاری و ساری رہیں گی جنہوں نے ہمارے معاشرے کو ظلم و فساد سے بھر دیا ہے۔

ہمارے ہاں کے ایک مذہبی انسان کا تصور

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مذہبی انسان کا جو تصور ہے وہ کچھ ظاہری چیزوں اور عبادات کے ظاہری ڈھانچے تک محدود ہے۔ عبادات بلاشبہ دین کا اہم ترین اور بنیادی دینی مطالبه ہے۔ لیکن جس طرح قلبی ایمان کے بغیر کلمہ پڑھ لینا ایک بے فائدہ عمل ہے، اسی طرح اپنی اصل روح کے بغیر یہ عبادات حقیقی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ یہ بات کوئی ہم نہیں کہہ رہے ہیں دین دینے والی ہستی نے اس حقیقت کو مختلف پہلوؤں سے کھولا ہے۔ خود روزہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“، (صحیح بخاری، رقم 1804)

یہ روایت صاف بیان کرتی ہے کہ روزہ اطاعت کی جس اسپرٹ اور تقویٰ کے جس مقصد

کے لیے رکھا جاتا ہے وہ مقصد اگر پورا نہیں کیا جا رہا تو پھر صرف بھوکا پیاسار ہنا وہ عمل نہیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے مقصود ہو۔

قرآن کا مطلوب انسان

مزید یہ کہ عبادات کے ساتھ دین کے بہت سے اہم اخلاقی مطالبات ہیں جن سے پورا قرآن بھرا ہوا ہے۔ ان میں سے چند اہم مقامات کو میں نے اپنی کتاب ”قرآن کا مطلوب انسان“ میں جمع کر دیا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دین آخرت کی نجات اور دنیا میں اعلیٰ شخصیت کے پیدا ہونے کی ضمانت انہی مطالبات کی بنیاد پر دیتا ہے۔ ان کو نظر انداز کر کے کوئی شخص کبھی بھی حقیقی دیندار نہیں بن سکتا۔ نہ ان کے بغیر آخرت کی فلاح ممکن ہے نہ دنیا ہی میں اعلیٰ انسان پیدا ہو سکتے ہیں جو کسی معاشرے کو عدل و انصاف اور نتیجے کے طور پر اللہ کی رحمتوں سے بھر دیتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں یہ سانحہ ہے کہ ہمارے دینی فکر میں یہ اخلاقی مطالبات غیر اہم ہیں۔ تاہم اگر دین کے اصل ماذکوٰ پڑھا جائے تو اس معاملے میں کسی فتنم کی غلط فہمی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

خود روزے کی عبادات کی تفصیل جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اس سے یہ حقیقت صاف واضح ہو جاتی ہے یہ اخلاقی مطالبات عبادات جتنے ہی اہم ہیں بلکہ عبادات اور خاص کر روزے کی عبادت کے بیان کے ضمن میں اس حقیقت کو بالکل کھول دیا گیا ہے کہ اس عظیم عبادت کا مقصد ہی لوگوں کو ان اخلاقی مطالبات کی ادائیگی کے لیے تیار کرنا ہے۔

رمضان اور اخلاقی رویے

روزہ کا حکم قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں دیا گیا ہے۔ یہ کئی پہلوؤں سے قرآن مجید کی اہم ترین سورت ہے۔ اس سورت کے آغاز میں بنی اسرائیل کو ان کے جرام اور خاص کر بے خونی

مگر تقویٰ کی اہمیت کے ساتھ یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ یہ پیدا کیسے ہوگا۔ چنانچہ اسی مقصد کے لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ مال سے متعلق احکام ابھی ختم نہیں ہوئے کہ تقویٰ کی اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لیے بیچ ہی میں آیات 183 تا 187 میں روزہ کی وہ عظیم عبادت فرض کی گئی جس کا مقصد ہی تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔

”ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ۔ (البقرہ: 183)

یہ روزہ سے متعلق پہلی آیت ہے اور اس سلسلہ کلام کی آخری آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ (البقرہ: 187) یعنی بات تقویٰ سے شروع ہوئی اور تقویٰ پر ہی ختم ہوئی۔ یہی تقویٰ یا خداخونی جو ہر سر دو گرم میں انسان کو اطاعت پر آمادہ کرتی ہے روزے کا اصل مقصود ہے۔ پھر روزہ کے بعد بغیر کسی وقفے کے وہی حرمت مال کا موضوع پھر اٹھالیا جس پر پہلے لگتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا: اور اپنے مال باہمی طور پر باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ (البقرہ: 188)

اس طریقے کی حکمت

احکام کی یہ ترتیب اس بات کا صاف اعلان ہے کہ معاشرے میں اگر ظلم ہو رہا ہے۔ قاتل آزاد ہیں بے لگام ہیں۔ قصاص نہیں لیا جا رہا۔ انسانی جان کی حرمت ہر روز پامال ہو رہی ہے۔ معصوموں کو قتل کیا جا رہا ہے اور مجرم دندناتے پھر رہے ہیں۔ دہشت گردی اور خوف کی فضاعام ہے۔ مجرموں کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔ طاقت و رطاقت کے زور پر اور اہل علم قائم اور زبان کی طاقت پر قاتلوں کا تحفظ کر رہے ہیں۔ عدالتوں میں عدل نہیں ہو رہا بلکہ وہیں پر بے گناہوں کو سنگسار کیا جا رہا ہے۔

(عدم تقویٰ) کی نفیت کی بنا پر امامت عالم کے منصب سے فارغ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک نئی امت یعنی امت مسلمہ کو اس منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ جس کے بعد نئی امت کو ایمان و اخلاق کی بہترین حالت میں لانے کے لیے ہدایات اور خاص کراپنی سب سے بڑی نعمت یعنی شریعت عطا کی گئی ہے۔

روزوں کا حکم شریعت کے قوانین کے اسی سلسلہ بیان میں رکھا گیا ہے۔ مگر وہ جس طرح اور جس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے اس کا سمجھنا بہت اہم ہے۔ روزہ سے قبل اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لیے قصاص کا حکم دیا (آیت 177-179)۔ یعنی قاتل کو اس جرم میں سزاۓ موت دی جائے۔ اس کی طاقت اور سماجی حیثیت سے قطع نظر قاتل جو بھی ہو اسے بہر حال سزا ضرور ملنی چاہیے۔ پھر جان کے بعد مال کی حرمت کے حوالے سے احکام شروع ہوتے ہیں (آیت 181-182)۔ عرب میں طاقتوں وارث کمزوروں کو وراثت کے مال سے محروم کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس ظلم کو روکنے کے لیے ایک ابتدائی حکم یہ دیا گیا کہ مرنے والا اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں جب موت قریب ہو تو یہ معاملہ طے کر کے جائے۔

دونوں احکام کے ضمن میں تقویٰ کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جان کا معاملہ ہو یا مال کا، انسان ایک دفعہ بے خونی کی نفیت میں بنتا ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے دوسروں پر ظلم و تعدد سے نہیں روک سکتی۔ اللہ کا طریقہ تو یہ ہے نہیں کہ وہ دنیا میں ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ظلم و زیادتی سے روکے۔ رہے انسان تو ان میں سے جو طاقتوں ہو گا وہ اپنی من مانی کر لے گا۔ جہاں موقع ملے گا وہ لوگوں کی جان اور مال پر ظلم ڈھائے گا۔ ایسے میں صرف عدل پر بنی احکام اور تقویٰ کی نفیت ہے جو معاشرے کو اس ظلم سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو انتہائی منصفانہ احکام دیے گئے اور دوسری طرف تقویٰ کی اہمیت کو بیان کیا گیا۔

عید کی چھٹی

پرانے زمانے میں دستور تھا کہ بچے اساتذہ کے گھروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جایا کرتے تھے اور اساتذہ انھیں ان کا سبق یاد کرتے تھے۔ جن بچوں کو سبق یاد ہوتا انھیں چھٹی مل جاتی اور جنھیں یاد نہیں ہوتا تھا ان کی چھٹی بند ہو جایا کرتی تھی۔ اسی سے متاثر ہو کر شاعر نے کہا تھا:

مکتبِ عشق کا دستور زالِ ادیکھا

اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

یہ بات مکتبِ عشق کے بارے میں ٹھیک ہو یا نہ ہو اس مکتب کے بارے میں ضرور صحیح ہے جو روزے کی شکل میں مسلمانوں کے لیے ہر سال رمضان میں لگایا جاتا ہے۔ ماہ رمضان میں لوگوں کو روزہ کی سخت مشقت میں ڈال کر یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کسی بھی حد تک جانے کی صلاحیت ہے۔ چاہے انھیں شدید گریوں میں پیاس کی اذیت اٹھانی پڑے یا موسم گرم کے طویل روزوں میں بھوک کی اذیت سہنی پڑے، وہ یہ صلاحیت اور قدرت رکھتے ہیں کہ رب کے لیے یہ سب جھیل لیں۔ اکثر لوگ یہ سب کچھ ایک ماہ تک کرتے رہتے ہیں، مگر افسوس کہ وہ اصل سبق یاد نہیں کرتے۔ چنانچہ جیسے ہی روزے ختم ہوتے ہیں، ان کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ وہ نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ فواحش پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ انفاق بھول جاتے ہیں، وغیرہ۔

مگر جو شخص روزے کا اصل سبق یعنی ہر طرح کے حالات میں اطاعت سیکھ لیتا ہے، روزہ کی درسگاہ ختم ہونے کے بعد بھی اس کو چھٹی نہیں ملتی۔ وہ روزے کے بعد بھی اطاعت پر قائم رہتا ہے۔ وہ ہرگناہ سے بچتا اور ہر نیکی کی طرف دوڑتا ہے۔ اس لیے کہ یہ اس کے رب کا حکم ہوتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کبھی چھٹی نہیں ملے گی۔ عنقریب جنت میں ان کو ہر پابندی سے مکمل چھٹی مل جائے گی۔ عید کا دن اسی چھٹی کی علامت ہے۔

لوگوں کا مال اگر باطل طریقے پر کھایا جا رہا ہے۔ ان کی زمینوں پر قبضے ہو رہے ہیں۔ بھتہ اور تاوان وصول کیا جا رہا ہے۔ ملاوٹ عام ہے۔ ظالمانہ منافع خوری، رشتہ، لوٹ مار، کرپش کا کلچر اگر عام ہے۔ تو اطمینان رکھیے اس معاشرے کے لوگ کتنے ہی روزے رکھ لیں۔ اللہ کے ہاں کوئی روزہ قبول نہیں ہو رہا۔ کچھ کا اس لیے کہ وہ روزہ رکھ کر اس ظلم میں حصہ دار ہیں اور کچھ کا اس لیے کہ وہ اس ظلم کے خلاف خاموش ہیں۔ روزہ صرف اس محدود اقلیت کا قبول ہو گا جن کے دل میں صرف خدا کا خوف ہو گا اور ہر دوسرے خوف سے بلند ہو کر اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔

وہ دہشت گردی کو دہشت گردی کہیں گے۔ وہ ظلم و ظلم کہیں گے۔ قتل کو قتل کہیں گے۔ بھتہ و تاوان کو بھتہ کہیں گے۔ کرپش کو کرپش کہیں گے۔ زمینوں پر قبضہ کو حرام کہیں گے۔ ظالمانہ منافع خوری، رشتہ، کرپش کے خلاف سینہ سپر ہو کر کھڑے رہیں گے۔

باقی جو لوگ یہ سب کام کرتے ہیں اور عین رمضان میں اس ظلم و ستم کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ اطمینان رکھیں۔ روزہ کا نتیجہ اس دنیا میں تقوی ہے۔ اگر وہ نہیں نکل رہا تو آخرت والا نتیجہ بھی نہیں نکلے گا۔ وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ ان کا انجام جہنم کی آگ ہے۔ کیونکہ انہوں نے میرے آقا کے فرمان کے مطابق روزہ تو رکھ لیا، مگر روزہ رکھ کر جھوٹ، ظلم، نا انصافی کو نہیں چھوڑا۔ وہ دنیا میں نافرمانی سے نہیں بچے تو آخرت میں جہنم سے بھی نہیں بچ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو کچھ بھی کہتے رہیں اور کچھ بھی سمجھتے رہیں۔ یہی ان کا انجام ہے۔

—————
روزہ جنت کا دروازہ ہے مگر یہ دروازہ صرف وہی شخص کھول سکتا ہے جو روزے کی مشقت کو تقوی کی کنجی میں بدل سکے (ابو بیجی)

عید کا دن

عید خوشیوں کا دن ہے۔ یہ بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھانے کے بعد بے روک ٹوک کھانے پینے کا دن ہے۔ یہ مہینہ بھر رمضان کی مشقت جھیلنے کے بعد ایام عید کی تفریح، راحت اور سرور کا نام ہے۔ یہ عبادت و ریاضت کے ساتھ رب سے جڑے رہنے کے بعد دوبارہ انسانوں کی طرف لوٹنے اور ان سے ملنے ملانے کا دن ہے۔ عید کے دن کی یہ حیثیت سب لوگ جانتے ہیں۔ مگر عید کے دن کی ایک اور حیثیت بھی ہے جسے کم ہی لوگ جانتے ہیں۔ وہ یہ کہ عید کا دن اہل ایمان کے لیے جنت میں داخلے کی ریہرسل اور یادداہی کا دن ہے۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امتحان کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ انسانوں کو یہاں اچھے برے حالات سے آزماتے ہیں۔ اپنے بندوں سے ان کا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حالات کے سردوگرم اور زمانے کے خیر و شر سے بے نیاز ہو کر خدا پرستی کے رویے پر قائم رہیں۔ لوگ جھوٹ بولیں، لیکن وہ سچ پر قائم رہیں۔ لوگ وعدے توڑیں، مگر وہ ایفائے عہد کو زندگی بنایں۔ لوگ رزق حرام کو اپنے دسترخوان کی زینت بنائیں، مگر وہ حصول رزق حلال کو اپنا نصب ایمن بنائیں۔ لوگ غفلت کی زندگی گزاریں، مگر وہ اطاعت کے راستے پر گامزن رہیں۔

یہ اور ان جیسے مطالبات کو پورا کرتے ہوئے زندگی گزارنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ روزہ کی بھوک پیاس برداشت کرنے جیسا مشکل عمل ہے۔ مگر جو لوگ سائٹھ ستر برس کی محض عمر میں یہ کر گئے، انہیں ہمیشہ کے لیے نعمت بھری جنتوں میں داخل کر دیا جائے گا جہاں ہر چیز بلا روک ٹوک انہیں ملتی رہے گی۔ جس دن یہ ہو گا وہ ان کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہو گا۔

عید کا دن اُسی آنے والے دن کی یادداہی ہے جب رکنے، ٹھہرنا، صبر کرنے کے سارے مطالبات ختم کر کے اہل ایمان پر ختم نہ ہونے والی خوشیوں کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

رمضان کے بعد.....

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ، رمضان، آخر کار گزر گیا۔ مگر اپنے پیچھے یہ سوال چھوڑ گیا کہ تمیں اس کی رحمتوں و برکتوں سے کتنا فیض حاصل ہوا؟ لوگ اس سوال کا جواب رمضان میں کی گئی اپنی عبادتوں، ریاضتوں، شب بیداریوں اور دعاوں میں تلاش کرتے ہیں۔ مگر اس سوال کا حقیقی اور زندہ جواب رمضان کے بعد کے ایام میں سامنے آ جاتا ہے۔

لوگوں کی غالب ترین اکثریت عید کے چاند کی اطلاع کے ساتھ ہی رمضان کو فراموش کر دیتی ہے۔ ان کے لیے عید کے ایام خوشی کے نہیں غفلت کے ایام بن جاتے ہیں۔ جن میں نمازوں کی پابندی ختم، قرآن مجید کی تلاوت سے فراغت اور یادِ الہی، ذکر و دعا سے صبح و شام خالی ہو جاتے ہیں۔

نفلی عبادات میں رمضان کے بعد کی اتنا بڑا سائز نہیں کہ فطری طور پر انسان رمضان میں ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور رمضان کے بعد ان میں کی متوقع ہوتی ہے، مگر ان سے بالکل ہاتھ اٹھالیں، گناہوں پر دلیر ہو جانا اور فرائض کا ترک کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ رمضان میں نظر آنے والی نیکی ایک نوعیت کا موسمی بخار یا مذہبی فیشن کی ایک شکل تھی۔ یہ کسی حقیقی معرفت، احساس اور ایمان کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ حدیث کے الفاظ میں ایسے روزے ایمان و احتساب کے بغیر رکھے گئے اور ایسی شب بیداری ایمان و احتساب کے بغیر کی گئی۔

چنانچہ یہ روزے اور شب بیداری انسان میں حقیقی تبدیلی نہ لاسکے۔ یہ موسمی بخار تھا جو اتر گیا۔ مذہبی فیشن تھا جو وقت کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اگر ایمان ہوتا اور احتساب ہوتا تو کچھ نہ کچھ بہتری ضرور آتی۔ کچھ نئے اہداف طے ہوتے۔ کچھ کمزوریاں رخصت ہوتیں۔ زندگی میں بہتری ضرور آ جاتی۔ سو اگر رمضان میں بھی ہم نے اپنا احتساب نہیں کیا تو رمضان کے بعد ہی سہی، ایمان کے قدر میٹر سے اپنا درجہ حرارت ضرورت دیکھیے۔ یہ موسمی بخار تھا تو اتر گیا ہو گا۔ ورنہ ایمانی حرارت نے عمل میں ضرور بہتری پیدا کی ہوگی۔

تذکرہ نفس: عبادات: تذکرہ صوم (روزہ)

نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ تیسرا اہم عبادت ہے۔ رمضان فرض روزوں کا مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کے لیے فجر سے مغرب تک کھانے پینے اور مخصوص جنسی عمل سے اجتناب برنا لازم ہے البتہ مسافر، بیمار یا حیض میں بتلا خواتین اس سے مستثنی ہیں۔ روزہ صرف امّتِ محمدی پر ہی نہیں بلکہ ماضی کی امتیوں پر بھی فرض تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی بگڑی ہوئی شکل میں عیسائیوں، یہودیوں حتیٰ کہ ہندوؤں کے یہاں بھی اب تک موجود ہے۔

روزے کی فضیلت: روزہ ان عبادات میں سے ہے جن کی فضیلت اور اجر دیگر عبادات کی نسبت بہت زیادہ بلکہ لا محدود ہے۔ احادیث میں بڑی کثرت سے روزے کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ جنت کا ایک دروازہ ”ریان“ صرف روزے داروں ہی کے لئے مخصوص ہے (متفق علیہ)۔ ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھنے پر گذشتہ گناہوں کی معافی کی بشارت ہے (متفق علیہ)۔ روزے دار کے منہ کی بواللہ کو مشک کی بو سے بھی زیادہ عزیز ہے (متفق علیہ)۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک جب وہ افطار کرے اور دوسرا جب وہ (اپنے روزے سے رب کو راضی کر کے) خدا سے ملاقات کرے گا (متفق علیہ)۔ ایک بادشاہ اپنے ملازموں کو لگی بندھی تنخواہ سے نوازتا ہے جس کا ایک قاعدہ اور قانون مقرر ہے۔ لیکن جب وہ اپنے وفادار اور خاص لوگوں سے معاملہ کرتا ہے تو پھر اجرت کا اصول بدل جاتا اور اس کی مقدار بے حساب ہو جاتی ہے اسی طرح ایک مؤمن کے ہر عمل کی جز اُس گناہ سے لے کر سات سو گناہ تک ہے لیکن روزے کا اجر لا محدود ہے اور اس کی جزا خود پر ورد گار عالم دیں گے (متفق علیہ)۔

روزے کا مقصد: روزوں کا بنیادی مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ تقویٰ درحقیقت اللہ کے خوف، اس کی ناراضی سے بچنے کی کوشش، اس کی رضا کے لئے ہر طرح کی مشقت اور آزمائش کے لیے کمر بستہ رہنے سے عبارت ہے۔ خدا کا تقرب اسی صورت میں مل سکتا ہے جب بندہ اس سے رک جائے جس سے رب نے منع کیا اور وہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے جس کا اس نے حکم دیا ہے۔

عمل کی دنیا میں دیکھا جائے تو یہ کوئی دوا و دوچار کا فارمولا نہیں کہ ادھر بندے نے بندگی کا اقرار کیا اور ادھر وہ ولی صفت اور با عمل مسلمان بن گیا۔ خدا کے احکامات کی بجا آوری کے لیے سخت محنت، ٹریننگ اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے۔ عربی میں صوم کا مطلب ہے کسی چیز سے رک جانا اور اسے ترک کر دینا۔ صائم (روزے دار) کی اصطلاح عرب معاشرے میں ان گھوڑوں کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی جنہیں جنگ کی تربیت دینے کی خاطر بھوکا پیاسار کھا جاتا تھا۔ روزہ اسی تربیت کا حصہ ہے جس کے ذریعے بندہ چند جائز اعمال کو بھی خدا کے حکم پر چھوڑ کر اس کی فرمانبرداری کی عادت پیدا کرتا اور گناہوں کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔

روزے کا فلسفہ: دین کا بنیادی مقصد اپنے رب کو راضی کرنا اور اس کی عبادت و اطاعت ہے۔ رب کی اطاعت میں دو شمن حائل ہوتے ہیں۔ ایک دشمن تو داخلی ہے جو انسان کا اپنا نفس ہے جبکہ دوسرا دشمن خارجی ہے جو شیطان ہے۔ رمضان چونکہ تربیت کا مہینہ ہے اس لیے خارجی دشمن یعنی شیطان کو تو دراندازی کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ دوسری جانب نفس کی تربیت کر کے اسے ہر ششم کے حالات میں خدا کی اطاعت و بندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ نفس کی مثال ایک سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو اپنے سوار کو اپنی مرضی سے بے مقصد بھگانا اور موقع ملنے پر ٹیک دینا چاہتا ہے۔ لیکن جب اسی سرکش گھوڑے کی تربیت کر دی جاتی اور اسے اچھی طرح سدھا دیا جاتا ہے تو اب یہ سوار کے اشاروں پہنچتا، اس کے احکامات کی تکمیل کرتا اور اس کے لیے سراپا نفع بخش بن جاتا ہے۔ گوکہ کچھ لوگ اس سرکش گھوڑے کو گولی مار کر ختم کر دینا بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں روز روز کی جنحنجٹ نہیں۔ لیکن اسلام میں رہبانیت نہیں اور انسان کی اصل طاقت اس منہ زور گھوڑے کو رام کرنے میں ہے ناکہ اس کو مار ڈالنے میں۔ روزہ بھوک اور پیاس کے ذریعے نفس کے سرکش تقاضوں کو کمزور کر کے خدا کی اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے۔ جو تقاضے انسان کو متواتر گناہ پر مجبور کرتے ہیں ان میں جنس کے تقاضے، پیٹ کی بھوک اور علق کی پیاس سر فہرست ہیں۔ ان تقاضوں کی افراط انسان کو بے شمار گناہوں پر اکساتی اور لاتعداً اخلاقی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ روزہ ان تقاضوں کو تکمیل ڈالتا، ان کو قابو میں رکھتا اور انسان کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تربیت دیتا ہے۔

بنانا ہے۔ چنانچہ عین حالتِ روزہ میں خدا کی بندگی کی عملی تعبیر یعنی نماز سے روگردانی روزے کے بنیادی فلسفے اور مقصد سے روگردانی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اوپریان کیے گئے روزے کے فلسفے پر غور کریں۔ اس سلسلے میں تزکیہ نماز پر لکھے گئے آرٹیکل سے مددی جائیں گے۔

3۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا: کچھ لوگ روزہ رکھ کر ظاہری جنسی امور سے تواجتبا کرتے ہیں لیکن دیگر طریقوں سے شہوت کو تسلیم پہنچانے کی شعوری والا شعوری کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ آنکھوں کو قابو میں نہیں رکھتے، کانوں سے فخش گانے سن کر نفس کو تسلیم پہنچاتے یا پھر خش باتوں میں ملوث ہو کر روزے کو ضالع کرتے اور پھر یہ شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے شہوانی تقاضے روزے میں بھی قابو میں نہیں آتے۔ بھائی جب ایئر کنڈیشنر چلا یا جاتا ہے تو کھڑکیاں دروازے بند کر کے ٹھنڈک کو باہر نکلنے سے روکا جاتا ہے۔ آنکھوں کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوں اور کانوں کے دروازے بھی، تو پھر یہ شکایت عبشت ہے کہ تقوا کی ٹھنڈک دل میں محوس نہیں ہوتی۔ ہمت سے کام لے کر خود کو ان گناہ کے امور سے دور کر لیں۔ جو نہی کسی نامحرم پر شہوت کی نگاہ پڑے تو نفس کو کہہ دیں کہ میں روزے سے ہوں اور خدا کی حمد و شنا اور استغفار و دعا میں مشغول ہو جائیں۔ نیز دل کے وسوسوں میں بھی کسی جنسی یا شہوانی تصور سے گریز کریں کیونکہ آپ نے جس کے لئے روزہ رکھا ہے وہ دلوں کے بھید بھی جان لیتا ہے۔ یاد رہے کہ نامحرم کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا گناہ ہے لہذا دفتر یا تعلیمی اداروں میں جہاں مردوں کا اختلاط زیادہ ہوتا ہے، نامحرم کے بارے میں ہر طرح کے جنسی اشتہار کے تصور کو قابو کیا جائے۔

شہوانی امور میں ایک معاملہ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ ظاہر ہے کہ روزے کی ایک شرط مخصوص جنسی تعلق سے گریز بھی ہے۔ البتہ دیگر معاملات (مثلاً بوس و کنار وغیرہ) کی اجازت تو ہے لیکن چونکہ اس میں اندریشہ ہے کہ روزہ ضالع ہو جائے لہذا اجتناب ہی بہتر ہے۔

4۔ گناہ کا کلام: قدیم شریعتوں میں روزے کی حالت میں کلام یعنی بات چیت پر بھی پابندی ہوتی تھی۔ امّت محمدی میں گو کہ یہ پابندی تو نہیں لیکن بلا ضرورت کلام سے گریز روزے کی روح کے قریب تر ہے۔ بات چیت میں جو گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں ان میں جھوٹ، غیبت،

انسانی نفس کا ایک اور مخفی پہلو یہ ہے کہ وہ جلد باز واقع ہوا ہے۔ روزہ اس جلد بازی کے تقاضے کو قابو کر کے صبر کی تربیت بھی دیتا ہے۔

روزے کی آفات: ہمارے معاشرے میں بالعموم لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ البتہ چند کو تاہیوں کی بنا پر اس عظیم عمل کو مکمل یا جزوی طور پر ضالع کر دیتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

- 1۔ روزہ رکھنے سے گریز
- 2۔ نماز پڑھنے سے گریز
- 3۔ شہوانی امور میں ملوث ہونا
- 4۔ گناہ کا کلام
- 5۔ غصے کا غالبہ
- 6۔ زبان کے چٹھارے
- 7۔ وقت کاٹنے کی کوشش
- 8۔ ریا کاری یا دکھاوا
- 9۔ نیت میں خرابی
- 10۔ قیام ایل
- 11۔ دیگر کو تاہیاں

1۔ روزہ رکھنے سے گریز: رمضان شروع ہونے سے قبل کچھ لوگ روزے ترک کرنے کے غیر شرعی بہانے تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ خود کو اور لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔ حالانکہ شریعت میں روزے سے مستثنیٰ افراد کی تفصیل موجود ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ سر درد کے بہانے، خود ساختہ بیماری کے سبب، کام کی زیادتی یا کسی اور بنا پر روزے نہیں رکھتے۔ اس کا بنیادی سبب خدا پر ایمان کی کمزوری اور قول فعل کا تصادم ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ قرآن کریم کا مطالعہ اور صالح لوگوں کی صحبت سے ایمان کو جلب خیثی جائے اور ہر قسم کی مشکل میں خدا کی رضاہی کو اہمیت دی جائے۔

2۔ نماز پڑھنے سے گریز: عام طور پر روزے دار نماز کا اہتمام کرتے ہیں لیکن ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روزے کی حالت میں بھی نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ سنتی و کاہلی ہے اور پھر یہ حضرات روزے اور نماز کو دوالگ الگ فرائض سمجھتے ہیں حالانکہ جس کی رضا کے لیے وہ خود کو بھوکا پیاس اسار کھرہ ہے ہیں اسی کا حکم ہے کہ نماز پڑھو۔ یہ حضرات روزے کا مطلب بھوک اور پیاس ہی لیتے اور اس کی اسپرٹ کو جانے سے قاصر رہتے ہیں۔ روزے کا بنیادی مقصد نفس کی تربیت کر کے اسے خدا کی بندگی اور اس کے تمام احکام وہدایات بجالانے والا

حمد و ثناء کے گن گائے جائیں، اس کی وفاداری کے ترانے پڑھے جائیں، اس کی رحمت کی چھاؤں اور مغفرت مانگی جائے۔ یہ ذکر بھی بدکلامی سے محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

آخری بات یہ کہ وہ مقام جہاں گناہ کی باتیں ہو رہی ہوں تبدیل کر لیا جائے کیونکہ بعض اوقات ماحول اور ساتھیوں کے اکسانے سے بھی بدکلامی سرزد ہو جاتی ہے۔

5۔ غصے کا غالباً: روزے کی حالت میں اعصاب کی کمزوری اور بھوک پیاس کی شدت کی بنا پر چڑھاہٹ اور غصہ طبیعت پر غالب آ جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے بچوں، بیوی اور ماتحتوں پر سختی کرتے اور ان پر جنحہ پکار کے ذریعے اپنی جنجلہ ہٹ کا اظہار کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ غمیض و غصب متعلقین اور ساتھیوں پر بھی برنسے لگتا ہے۔ چونکہ فریقِ ثانی بھی کچھ ایسی ہی کیفیات کا شکار ہوتا ہے لہذا بسوں میں مسافروں کے درمیان تو تو میں میں شروع ہو جاتی، سڑکوں پر ٹریفک جام ہو جاتا اور لوگوں میں گالم گلوچ اور بعض اوقات ہاتھ پانی کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

اس کا بنیادی سبب بھوک پیاس اور اعصابی کمزوری کے علاوہ غصہ کو درست سمجھنا ہے کہ میں تو روزے سے ہوں اور میرا حق ہے کہ میں یہ سب کچھ کروں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ روزے کے فلسفے کو یاد رکھا جائے کہ اس کا مقصد صبر کی تربیت دینا ہے۔ چنانچہ کسی بھی قسم کی اشتعال انگیزی اس تربیت میں ناکامی کی علامت ہے۔ اس کا علاج حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ روزے کو ایک ڈھال کی طرح استعمال کیا جائے۔ لہذا جس کارروزہ ہو وہ نہ تو بے حیائی کی باتیں کرے اور نہ ہی جہالت دکھائے۔ پھر بھی اگر کوئی گالی دے تو وہ کہہ دے کہ میرے بھائی میں روزے سے ہوں (بنجاری و مسلم)۔ مزید یہ کہ غصے کی حالت میں مقام کی تبدیلی بھی کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

6۔ زبان کے چٹھارے: صبح سے شام تک بھوک رہنے کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں کی جانب رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اس اشتہا کو مٹانے کے لیے نت نئے لہانوں کا اہتمام، انواع و اقسام کے پکوان اور لاتعداد مشروبات کی تیاری میں وقت صرف کیا جاتا اور ان کا تصور کر کر روزے کا وقت کا ٹھاٹا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان میں بسیار خوری کے نتیجے میں رمضان میں اکثر لوگوں کا وزن کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتا ہے۔ وہ وقت جو جنت کی نعمتوں کی یاد میں گذرنا

بہتان، فخش کلام، گالم گلوچ وغیرہ شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا نہیں چھوڑتا، تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری)۔ غور طلب بات یہ ہے کہ روزے کا مقصد اللہ کا خوف اور اس کے احکام و فرمانیں کے لیے تتمیل کا جذبہ پیدا کرنا ہے مخفی بھوک اور پیاس اداہ ہنا نہیں۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک طرف تو کھانے کا ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جائے اور دوسری طرف غیبت کے ذریعے اپنے ہی بھائی کا گوشت جی بھر کے کھایا جا رہا ہو، شہوت سے ظاہری پر ہیز کے ساتھ فخش گفتگو سے اس کی کسر پوری کی جا رہی ہو، نیت تو صوم (خدا کی نافرمانی سے گریز) کی ہو لیکن گایوں کے عمل سے اس نیت کو توڑا جا رہا ہو، خدا کے حکم پر زبان کو خشک اور حلق کو پیاسا تو کردیا گیا ہو لیکن جھوٹ بول کر انہیں اخلاقی غلطیوں سے ترا اور سیراب کیا جا رہا ہو۔

وہ بات چیت جو عام زندگی میں حرام ہے وہ روزے کی حالت میں اور زیادہ حرام ہو جاتی ہے جیسے ایک فوجی کا کسی حکم کی تتمیل سے انکار کرنا تو ویسے ہی قبل گرفت ہے لیکن جنگ کی حالت میں کی گئی نافرمانی زیادہ قابل سرزنش ہوتی ہے۔ منوع کلام پر قابو پانے کے لیے چند ہدایات پر غور کریں۔ ایک تو یہ کہ بلا ضرورت بولنے سے گریز کریں اور خاموشی کو روزے کا ادب اور عبادت سمجھتے ہوئے گفتگو میں احتیاط کریں۔ بولنے سے پہلے توقف کریں اور ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ آپ کیا کہنے والے ہیں؟ اگر وہ کسی کی براہی، کسی کامزاق، کوئی جھوٹا کلام وغیرہ ہے تو رک جائیے اور اُس رب کا تصور کریں جس کے کہنے پر آپ نے بھوک کا درد اور پیاس کے کائنے برا داشت کیے ہیں اور یہ سوچیں کہ اس موقع پر زبان کی تالہ بندی اسی رب کا حکم ہے۔

دوسری ہدایت یہ کہ روزے کی حالت میں گناہ کے کلام کو اسی طرح حرام سمجھیے جس طرح کھانا اور پینا کھانا پینا روزے کے ظاہر کو برا دکرتا ہے جبکہ فخش کلام اور غمیض وغیرہ روزے کے باطن کو تمہس نہیں کر دلاتے ہیں۔ نوعیت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں خدا کی معصیت (گناہ) ہیں۔ اس ضمن میں تیسری ہدایت یہ ہے کہ زبان کو خدا کی یاد سے ترکھیں۔ یہی وہ موقع ہے کہ اللہ کو تمام عیوب سے پاک سمجھ کر اس کی تسبیح کی جائے، اس کی کارگیریوں کو دیکھ کر

میں یہ بھوک اور پیاس اللہ کے حکم کی تعیل اور اس کی رضاپا نے کے لیے برداشت کر رہا ہوں۔
ریا کاری کی ایک صورت یہ ہے کہ لوگ اپنے روزوں کا مختلف بہانوں سے ذکر کرتے ہیں کہ میرے تو پورے روزے جا رہے ہیں یا آج کا روزہ تو بہت سخت ہے وغیرہ۔ اس قسم کی گفتگو کا محرك اگر دکھاوا ہے تو یہ روزے کے اجر کو کم یا ختم کر سکتی ہے۔ چنانچہ دل و دماغ میں روزے کی غایت خدا کی رضا ہی بھٹھائی جائے اور لوگوں کی تحسین و صول کرنے کے بجائے زمین و آسمان کے اُس بادشاہ کی تحسین و داد و صول کرنے کی کوشش کی جائے جس کے ہاتھ میں تمام خزانے ہیں۔ اس کے علاوہ رمضان کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھ کر انہیں لوگوں سے حتی الامکان چھپایا جائے تاکہ ریا کاری پر قابو پایا جاسکے۔

9۔ نیت میں خرابی: کچھ لوگ رمضان کے روزے اس نیت سے رکھتے ہیں کہ وزن کم ہو جائے یا تیزابیت کم ہو یا دیگر بیماریوں کا علاج ہو جائے۔ یاد رکھیں کہ آپ جس لیے روزہ رکھیں گے تو، ہی آپ کا نصیب ہے۔ لہذا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ وزن کم کرنے کو قصود بناتے ہیں یا خدا کی بندگی کو۔

10۔ قیامِ ایلیل: رمضان عبادت کا مہینہ ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ڈسکاؤنٹ پر سیل (Sale) کا اعلان ہے جس میں جنت کی وسیع و عریض زمینیں، اس کے گھنے باغات، اس کی ابلتی ہوئی نہریں، اس کے عالیشان سخت، اس کے خوابناک بیڈروزم، اس کی معطر فضا میں اور نہ جانے کیا کیا کچھ انتہائی کم قیمت پر اس ماہ میں دستیاب ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چند رت جگے ان نعمتوں کو آپ سے قریب کر دیں۔ اگر ہر رات جا گناہ ممکن نہ ہو تو کم از کم ایک دن چھوڑ کر، یا پھر ویک اینڈ پر۔ اور آخری عشرہ تو بس لوٹ لینے کا عشرہ ہے گویا کہ دینے والے نے تھیہ کر لیا ہے کہ وہ سب کچھ ہی دے دے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا تو ہو۔

رات جانے سے متعلق کئی غلط فہمیوں کو دور کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ تراویح کی نماز فرض نہیں بلکہ یہ تہجد ہی کی نماز ہے اور تمام مسالک کا اس پر اتفاق ہے بجز خنی مسلک کے جو اس نماز کو سنت موکدہ سمجھتا ہے اور اس کے تارک کو گناہ صغیرہ کا مرتبہ قرار دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ خنی مسلک کے تحت بھی اس نماز میں پورا قرآن سننا ضروری نہیں۔ مولا نا اشرف علی تھانوی نے اپنے آخری دنوں میں کسی اور امام سے اپنی مسجد میں نماز پڑھوائی تو بدایت کی کہ پورے مہینے سورہ الام

چاہئے تھا وہ دنیوی دسترخوانوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ تقویٰ اور صبر جو اس بھوک اور پیاس سے پیدا ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوتا اور نتیجے کے طور پر سطحی قسم کی لذتیں تو مل جاتی ہیں لیکن روزے کے ثمرات و فیوضات ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ کھانا پینا ضرورت کے تحت ہو، مقصد نہ بن جائے۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام میں وقت ضائع کرنا، اور لذتیں کی یاد میں گرفتار رہنا بالکل بھی مناسب نہیں۔ نیزاً اگر اس صورت حال میں آپ اپنے کھانے سے زیادہ مستحقین اور دیگر افراد کو کھلانے کی فکر کریں تو چھٹاروں کی غیر ضروری رغبت سے نجات مل سکتی ہے۔

7۔ وقت کاٹنے کی کوشش: چونکہ رمضان میں دفتر اور تعلیمی اداروں کی چھٹی جلد ہو جاتی ہے اس لیے لوگوں کو کافی فارغ وقت دستیاب ہو جاتا ہے۔ لوگ اس وقت کو عبادات، اذکار اور خدا کی یاد میں لگانے کے بجائے ناول پڑھنے، بلا مقصد انٹرنیٹ پر سرفنگ یا چینگ کرنے، تاش اور دیگر گیمز کھلانے یا ڈرامے اور فلمیں دیکھنے میں گزار دیتے ہیں۔ اس عمل کے دوران بعض اوقات حدود سے تجاوز ہو جاتا اور روزے کی صحت پر اثر پڑ جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ رمضان میں کچھ اہداف مقرر کر لیں۔ مثلاً پورے مہینے میں ایک قرآن ترجمے اور تفسیر سے پڑھنا ہے یا حدیث، سیرت اور اسلامی موضوع پر کوئی کتاب ختم کرنی ہے۔ اور پھر اوقات مقرر کر کے اس پر تخفی سے کاربنڈ ہو جائیں۔ اسی طرح فراغت کے اوقات میں قرآن یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرہ کی دعاوں کو یاد کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح خدا کی صناعی، اس کی قدرت، اس کی رحمت اور کائنات کے تنوع پر غور کر کے خدا کی معرفت بڑھانے کی کوشش کریں۔

8۔ ریا کاری یا دکھاوا: روزے کی آفتوں میں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ روزہ گھر والوں یا دفتر کے ساتھیوں کو دکھانے کے لیے رکھا جائے۔ اصل میں دکھاوے کے علاوہ ایک اور غضر خوف کا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس قسم کے لوگوں کی اکثریت البته پوری چھپے کھانے پینے سے گریز کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کچھ نہ کچھ خوف خدا ہوتا ہے لیکن اصل محرك لوگوں کی ملامت سے بچنا ہوتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ خدا کے حوالے سے یہ حقیقت ذہن میں تازہ کی جائے کہ اس کی ملامت لوگوں کی ملامت سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ پھر جب مشقت ہی اٹھائی ہے تو نیت میں ذرا سی تبدیلی کر لی جائے کہ

رمضان و رک بک

رمضان تزکیہ و تربیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم نازل ہوتا ہے۔ زیر نظر درک بک اسی فضل و کرم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مسلمان کو اپنی تربیت کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے تاکہ وہ نہ صرف رمضان بلکہ دیگر گیارہ ماہ میں بھی شیطان اور نفس کے چگل میں گرفتار نہ ہو جائے۔

پہلا حصہ: روزانہ کے سوالات

سونے سے قبل دس منٹ زمانہ اس سوالات میں کو غور سے پڑھیں اس کے مذوف کالم میں لٹک لگا کر جواب دیں۔

الف۔ لازمی سوالات۔ یہ حصہ دین کی ان تعلیمات پر مبنی ہے جو برآہ راست یا بالواسطہ لازمی ہیں اور ان احکامات پر عمل کرنا یا ان ان مکملات سے بچنا لازم ہے۔ اگر ان میں سے کوئی گناہ کا فعل آپ سے سرزد ہو جائے تو اللہ سے توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں۔

نام مقابل اطلاق	نہیں	ہاں	سوال	نمبر
			میں نے آج پانچ وقت کی نمازیں وقت پر ادا کی ہیں۔	1
			میں نے اپنے ہاتھ، آنکھ، اور دیگر اعضاء کو ناجائز شہوت سے بچایا اور ان کے ذریعے ناجائز جنسی لذت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی	2
			میں نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور انکی خدمت کی	3
			میں نے کسی سے بدکلامی، ہاتھ پائی یا لڑائی جھگڑا نہیں کیا	4
			میں نے آج کسی سے نفرت، کینہ اور لغظہ نہیں رکھا ہے	5
			میرے ذمے آج جتنے وعدے تھے وہ سب پورے کئے ہیں۔	6
			میں نے آج بھلی یا کسی چیز کی چوری نہیں کی ہے۔	7

ترکیف سے ہی تراویح پڑھائی جائے (آثر حکیم الامت: صفحہ ۵۹)۔ اس تحدید کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کچھ لوگ تراویح کو روزے کا لازمی جزو اور اس کے ترک کو روزے کے فاسد ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ رات کس طرح جاگی جائے۔ اکثر لوگوں کو قرآن کی چھوٹی سورتیں یاد ہوتی ہیں لہذا وہ تجدی کی نماز چند منٹ میں پڑھ کر ہاتھ جھاڑ کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کچھ علمانماز کی حالت میں قرآن میں سے دیکھ کر پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس ذریعے سے مددی جا سکتی ہے۔ اسی طرح تجدی کی نماز ہے اور اس میں رکعتوں کی تعداد گیارہ سے لے کر 40 تک ہے۔

رات جانے میں محض نماز پڑھنا ہی شامل نہیں۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا بھی اس کا حصہ ہے۔ اسی طرح خدا سے باتیں کرنا، اس سے اپنے دل کا حال کہنا، بھی مکان، جاندہ، صحت اور اولاد کی مادی سطح سے بلند ہو کر اس سے دعائیں کرنا، اس کی پاکی بیان کرنا، اس کی حمد کرنا وغیرہ بھی اس کا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں دعاؤں کی کتاب حسن حسین کو سامنے رکھ کر بنی اسرائیل کے الفاظ سے بھی مناجات کی جا سکتی ہے۔

11- دیگر ہدایات:

ا۔ روزہ میں دیگر کوتاہیوں میں بے شمار چیزیں آسکتی ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ البتہ اتنا یاد رکھیں کہ ہر گناہ خدا سے دور کرتا اور ہر اچھا عمل خدا کے قریب کرتا ہے۔ وہ بھوک و پیاس کسی کام کی نہیں جس کے ساتھ ساتھ گناہوں کا سلسلہ بھی چلتا ہے اور خدا سے دوری کا سبب بن جائے۔

ب۔ اپنا احتساب کریں، اپنی کمزوریوں کو جانیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں ترکیب نفس کے سلسلے میں تیا کردہ سوال نامے ”اپنا احتساب کیجئے“ سے بھی مددی جا سکتی ہے۔

ج۔ یہ دیکھیں کہ پچھلے رمضان سے اس رمضان تک کیا کوتاہیاں اور نافرمانیاں سرزد ہوئیں۔ ان پر اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ ان سے نچلنے کا عہد کریں۔

د۔ حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں خاص طور پر دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ جو خرچ ہو گیا وہ نجی گیا اور جو نجی گیا وہ رہ گیا۔

			میں نے رشت، فراڈ یا دیگرنا جائز طریقوں سے مال کمانے کی کوشش نہیں کی۔	۳
			میں نے ایک دوکاندار کی حیثیت سے ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی یا حرام اشیاء کی تجارت نہیں کی۔	۴
			میں نے آج کسی کا ناحق دل نہیں دکھایا۔	۵
			ان سوالات کے علاوہ میں نے کوئی دیگر گناہ کا کام نہیں کیا۔	۶

ب۔ اختیاری سوالات۔ یہ حصہ دین کی ان تعلیمات پر منی ہے جو اختیاری ہیں۔ لیکن ان پر عمل کرنا ایک بڑی سعادت کی بات ہے اور یہ اللہ سے قربت کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔

اطلاق	ناقابل	نہیں	ہاں	سوال	نمبر
				میں نے آج قرآن کا کچھ حصہ پڑھا (قرآن کا ترجمہ سے سمجھ کر پڑھنا ہی افضل ہے)۔	۱
				میں نے آج تراویح یا تہجد کی نماز پڑھی۔ (خفی مسلک میں تراویح کا پڑھنا لازمی عبادت اور سنت مولکہ ہے)	۲
				میں نے آج اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا (جیسے صدقہ دینا، روزہ کھلوانا)	۴
				میں نے آج کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کیا یا اسلامی پروگرام دیکھا۔	۵
				میں نے آج قرآن کی کوئی نئی سورت یا آیت یاد کی۔	۶
				میں نے تمام نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کیں۔	۷

دوسرا حصہ: ہفتہ وار سوالات

رمضان میں ہر ساتویں دن ان سوالات کے جواب بیان کریں

8	میں نے کوئی لغو بات، نجاشی طفیلہ بیان نہیں کیا ہے۔
9	میں نے کوئی اہم خبر یا اسلامی معلومات ای میل، بات چیت، ایس ایم ایس یا کسی اور ذریعہ سے تصدیق اور تحقیق کئے بغیر آگے نہیں پہنچائی ہے۔
۱۰	میں نے لوگوں کے عیوب اور معاملات کا بلا جواز کھوچ نہیں لگایا ہے
۱۱	میں نے کسی سے متعلق بدگمانی نہیں کی ہے۔
۱۲	میں نے آج غائب نہیں کی ہے۔
۱۳	میں نے آج کسی پر طنزہ تنشیع نہیں کی اور نہ ہی کسی کا مذاق اڑایا۔
۱۴	میں نے آج کسی سے حد نہیں کیا۔
۱۵	میری بات چیت، لباس، چال ڈھال اور عادات و اطوار سے تکبر کا اظہار نہیں ہوا ہے۔
۱۶	میں نے ملازمت کے دوران اپنا کام ایمانداری سے کیا ہے۔
۱۷	آج غصہ آنے کی صورت میں زبان اور روئیے کو قابو میں رکھا ہے۔
۱۸	میں نے کسی پر تہمت، بہتان یا جھوٹا لزام نہیں لگایا ہے۔
۱۹	کسی کے طلب کرنے پر عام استعمال کی شے استعمال کے لیے دے دی۔
۲۰	میں نے آج جھوٹ نہیں بولا۔
۲۱	میں نے کوئی اللہ کی رضا کا کام بلا جواز لوگوں کے دکھانے کے لئے نہیں کیا۔
۲۲	میں نے آج جو ایسا سٹھن نہیں کھیلا۔

نمبر	سوال	ہاں	نہیں	ناقابل اطلاق
1	میں نے تمام گناہوں سے آگاہی حاصل کر کے ان سے توبہ کر لی ہے			
2	میں نے قرآن کم از کم ایک مرتبہ ختم کر لیا ہے (قرآن سمجھ کر پڑھنا ہی افضل ہے)			
3	میں نے پانچوں طاق راتوں میں جاگ کر اللہ کی عبادت کی ہے۔			
4	میں اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا ہوں			
5	میں عہد کرتا ہوں کہ رمضان کے بعد بھی گناہوں سے بچوں گا اور احکامات پر عمل کروں گا			

پانچواں حصہ: اسلامیت و ہدایات

الف۔ عام روزے داروں کے لئے

۱۔ رمضان میں کم از کم پانچ اضافی ٹارگٹ طے کریں اور ان کے حصول کا طریقہ کارکھیں۔ ۲۔ ان گناہوں کی فہرست لکھیں جو آپ عام دنوں میں کرتے ہیں لیکن روزے کی حالت میں نہیں کرتے۔ ۳۔ ان گناہوں / نافرمانیوں کے نام لکھیں جو آپ روزے کی حالت میں بھی کرتے ہیں کر رہے ہیں۔ ۴۔ آپ کو جتنی بھی سورتیں یاد ہیں ان سب کا اردو ترجمہ یاد کریں اور کسی کو سنائیں یا لکھ کر ٹھیک کریں۔

ب۔ رات جانے والوں کے لئے

۱۔ کوشش کریں کہ رات تہائی میں گذاریں۔ نفل نماز سکون سے پڑھیں اور جتنی لمبی سورتیں یاد ہوں وہ قیام کی حالت میں پڑھیں۔ ۲۔ کچھ علماء کے نزدیک نماز کی حالت میں قرآن ہاتھ میں لے کر پڑھنا درست ہے، چنانچہ اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ۳۔ سجدے میں طویل دعائیں مانگیں۔ کچھ علماء کے نزدیک اپنی مادری زبان میں بھی سجدے میں

نمبر	سوال	ہاں	نہیں	ناقابل اطلاق
1	میں نے جمع کی نماز مسجد میں ادا کی			
2	میں نے گذشتہ ہفتے اپنی غلطیوں کی نشان دہی کی اور اللہ سے ان پر توبہ کی			
3	میں نے اپنی غلطیوں کو سدھا رنے کی کوشش کی			
4	میں نے اپنے بہن بھائی اور دیگر عزیز وقارب کی خیریت معلوم کی بالخصوص کمزور رشتہ داروں کی۔			
5	اپنی مصروفیت کے باوجود میں بحثیت مان یا باب اپنی اولاد کی تربیت کے لیے وقت نکالتا اور اسلامی اصولوں پر تربیت کرتا ہوں۔			

پنجمرا حصہ: پندرہ دن بعد کے سوالات

رمضان کے پندرہویں دن ان سوالات کے جواب بیان کریں

نمبر	سوال	ہاں	نہیں	ناقابل اطلاق
1	میں نے کم از کم آدھا قرآن پڑھ لیا ہے (قرآن سمجھ کر پڑھنا ہی افضل ہے)			
2	میں نے اپنے گناہوں پر پچاس فیصد قابو پالیا ہے۔			
3	میں نے قرآن کا کچھ نیا حصہ ترجمے کے ساتھ یاد کیا ہے۔			
4	میں نے اپنے لئے جو ٹارگٹ مقرر کئے تھے وہ حاصل ہو رہے ہیں۔			

چوتھا حصہ: آخری رمضان یا اثنیوں شب کے سوالات

رمضان کے آخر میں یا آخری طاق شب کو ان سوالات کے جواب بیان کریں۔

دعا میں مانگی جاسکتی ہیں۔

۳۔ نماز کے علاوہ بھی دعا کریں۔ دعا کا مطلب صرف رزق کی کشاوگی، دنیاوی ترقی اور مادی وسائل کا حصول ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب اللہ کو دل سے پکارنا ہے۔ چنانچہ اللہ یعنی رب سے بتائیں کریں، آنکھیں شنا کریں، اسے زندہ سمجھتے ہوئے کلام کریں، اسے اپنے سامنے محسوس کریں اور خود کو ایک حیر غلام سمجھتے ہوئے اس کے سامنے اپنا وجہ دال کر بھیک مانگیں۔ آج کی رات کوئی بھکاری خالی ہاتھ نہیں جائے گا۔

۵۔ گناہوں کو یاد کریں، ان پر وکر معافی طلب کریں۔ آئندہ نہ کرنے کا عہد کریں۔

۶۔ اس کے علاوہ قرآن کی تلاوت ترجیح اور تفسیر کے ساتھ کریں۔

۷۔ مسنون تسبیحات کو گن کریا بغیر گنے پڑھیں اور اس دوران اللہ کی صفات کا تصور کرتے رہیں۔

۸۔ جنت، دوزخ، اللہ کی بادشاہی، حرم، جلال اور دیگر خوف و طمع کی چیزوں کا تصور کریں تاکہ خشیت پیدا ہو۔

۹۔ کائنات کی تخلیق پر غور کریں اور اللہ کی خلاقی، قدرت اور حکمت کا تصور میں سوچیں۔

ج۔ اعتکاف کرنے والوں کے لئے

۱۔ اوپر بیان کی ہوئی ہدایات کے علاوہ ان اضافی گذار شمات پر بھی عمل کریں۔

۲۔ قرآن کا ترجمہ، تفسیر، بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کوئی کتاب (جیسے الرحق المختوم) اور تسبیحات کی کتاب (جیسے حصن حصین) وغیرہ ضرور ساتھ لے کر جائیں۔

۳۔ روزانہ نوافل کا اہتمام کریں اور لوگوں سے غیر ضروری بات چیت سے پرہیز کریں۔

۴۔ ماضی میں کیا کھویا اور کیا پایا، اس کا ایک جائزہ لیں اور خاص طور پر اس جائزے کو لکھ کر کریں تو بہتر ہے۔

۵۔ ماضی کی کوتاہیوں کی فہرست بنائیں اور ان کا تجزیہ کریں۔

۶۔ مستقبل کا لائعمل طے کریں کہ کس طرح اللہ کے احکامات پر عمل کرنا اور گناہوں سے نجات پانی ہے۔

۷۔ مسجد میں علماء اور اہل علم کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں۔

۸۔ کم از کم ایک مرتبہ قرآن ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ضرور ختم کریں۔

۹۔ رات جانے پا عبادت کی کثرت کی بنا پر نفس پر غیر ضروری جگنہ کریں کہیں طبیعت خراب ہو جائے اور فرائض کی ہمت بھی نہ رہے۔

جسے گرم روزے کی پیاس متqi نہ بنا سکی
اسے اور کیا چیز متqi بنا سکتی ہے؟
جسے ٹھنڈے پانی کا افطار شکر گزار نہ بنا سکا
اسے اور کیا چیز شکر گزار بنا سکتی ہے؟

اہم یہ نہیں کہ رمضان میں آپ نے کیا اعمال کیے
اہم یہ ہے کہ رمضان کی تربیت نے آپ کو کیسا بنا دیا (ابویجی)

زندگی میں پیش آنے والے ناگوار حالات
روزے دار کے ایک سخت دن کی طرح
آخر کار گزر جاتے ہیں
یہی رمضان کا اصل سبق ہے (ابویجی)

سخت روزے کے بعد افطار کی نعمت
دنیا کی پابند زندگی کے بعد
جنت کی پر لذت زندگی کا ایسا تعارف ہے
جو صرف روزے دار کو نصیب ہوتا ہے (ابویجی)

”جب زندگی شروع ہوگی“

(مصنف: ابو یحیٰ)

☆ ایک ایسی کتاب جس نے دنیا بھر میں تہملکہ مجادیا

☆ ایک ایسی تحریر جسے لاکھوں لوگوں نے پڑھا

☆ ایک ایسی تحریر جس نے بہت سی زندگیاں بدل دیں

☆ ایک ایسی تحریر جواب ایک تحریک بن چکی ہے

☆ آنے والی دنیا اور نئی زندگی کا جامع نقشہ ایک دلچسپ ناول کی شکل میں

☆ ایک ایسی تحریر جو اللہ اور اس کی ملاقات پر آپ کا یقین تازہ کر دے گی

☆ علم و ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے:

(03323051201)

”وقت اُس وقت کی“

(مصنف: ابو یحیٰ)

☆ ایک ایسی کتاب جس نے کفر کی طرف بڑھتے کئی قدموں کو تھام لیا

☆ ایک منکر لڑکی کی داستان سفر جو سچ تلاش کرنے لگی تھی

☆ ایک خدا پرست کی کہانی جس کی زندگی سراپا بندگی تھی

☆ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور روز قیامت کا ناقابل تردید ثبوت

☆ رسولوں کی صداقت کا نشان دور رسالت کی زندہ داستان

☆ کفر والحاد کے ہر سوال کا جواب ہر شہبے کا زوال

☆ ایک ایسی کتاب جو آپ کے ایمان کو یقین میں بدل دے گی

☆ ابو یحیٰ کی شہرہ آفاق کتاب ”جب زندگی شروع ہوگی“ کا دوسرا حصہ

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے۔

03323051201

”بس یہی دل“

(مصنف: ابو یحیٰ)

☆ دل کو چھو لینے والے مضامین

☆ ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

☆ آنکھوں کو نم کر دینے والے الفاظ

☆ ابو یحیٰ کے قلم سے نکلے ہوئے وہ مضامین جو ایمان و اخلاق کی اسلامی دعوت کا بھرپور اور موثر بیان ہیں۔

☆ لنشین اسلوب میں لکھی گئی ایسی تحریریں جنہیں پڑھ کر آپ دل کے دروازے پر ایمان کی دستک سن سکیں گے۔

”حدیثِ دل“

(مصنف: ابو یحیٰ)

مجموعہ مضامین جس میں آپ پائیں گے اپنی

☆ شخصیت کی تعمیر

☆ اخلاق کی اصلاح

☆ ایمان کی تازگی

☆ اقدار کی زندگی اور

☆ افکار کی تشكیل نو

☆ ہمیشہ کی طرح ابو یحیٰ کے الفاظ کی دستک آپ اپنے دل کے دروازے پر محسوس کریں گے۔

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے:

(03323051201)

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے:

(03323051201)

”قرآن کا مطلوب انسان“

(مصنف: ابویحیٰ)

- ☆ قرآن مجید پر منی اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام
- ☆ اللہ تعالیٰ ہمیں کیساد کیھنا چاہتے ہیں
- ☆ وہ لوگوں کو جنت عطا کریں گے
- ☆ کون سے اعمال انہیں نارا ض کر دیتے ہیں
- ☆ ان کی پسند اور ناپسند کا راستہ کیا ہے
- ☆ اللہ تعالیٰ کی مرضی ان کے اپنے الفاظ میں جانے کا منفرد ذریعہ
- ☆ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین اخلاق نبوی کا قرآنی نمونہ
- ☆ ابویحیٰ کی ایک منفرد تصنیف

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے:

(03323051201)

”تیسرا روشنی،“

(مصنف: ابویحیٰ)

- ☆ ابویحیٰ کی داستان حیات۔ تلاش حق کی سچی کہانی
- ☆ نفرت اور تعصّب کے اندھروں کے خلاف روشنی کا جہاد
- ☆ جب زندگی شروع ہو گی کے حوالے سے اٹھائے گئے اہم سوالات کا جواب
- ☆ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والے رویوں کا تفصیلی بیان
- ☆ امت مسلمہ کے اتحاد کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے ایک رہنمای تصنیف
- ☆ ابویحیٰ کی ایک اور منفرد تصنیف

پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے:

(03323051201)

اپنی شخصیت اور کردار کی تعمیر کیسے کی جائے؟

محمد بشرنزدیر

جب ہیرے کوکان سے نکالا جاتا ہے تو یہ پھر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ ایک ماہر جو ہری اسے تراش خراش کر انہائی قیمتی ہیرے کی شکل دیتا ہے۔ انسان کی شخصیت کو بھی تراش خراش کرایک اعلیٰ درجے کی شخصیت بنانا بھی اسی قسم کافن ہے۔ اگر آپ بھی یہ فن سیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کیجیے۔

دین کے بنیادی تقاضے

پروفیسر محمد عقیل

- ☆ دین کے احکامات پر بنی ایک کتاب
- ☆ تذکیہ نفس کرنے والوں کے لئے مشعل راہ
- ☆ دین کے اوصاف و نوادی کی سائنس فک پر یہ نیشن
- ☆ ہر حکم کی مختصر تشریح
- ☆ ہرام کا قرآن و حدیث سے حوالہ

حج کا سفر (ابلیس سے جنگ کی روادا)

پروفیسر محمد عقیل

حج کے بے شمار سفر نامے لکھنے گئے ہوں گے۔ اس سفر نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حج کے مناسک کو اصل روح کے ساتھ یہیں پیرائے میں بیان کرتا ہے۔ یہ کتاب دونوں اقسام کے لوگوں کے لئے مفید ہے جنہوں نے حج کر لیا ہو یا حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

گھر بیٹھے کتب حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر ابھی رابطہ کیجیے: 03323051201

When Life Begins

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab Zindagi Shuru Ho Gee

A Book that created ripples through out the World

A Writing that was read by Millions

A Book that changed many Lives

A Writing that has become a Movement

A Comprehensive sketch of the World and Life in the Hereafter in the form of an interesting Novel

A Book that will strengthen your Faith in God and
Hereafter

The first book of its kind in the world of Literature

For more information, please call:

(92) 3323 051 201